ماہنامہ

پاک جمہوریت

لاہور

وفاقی وزیر اطلاعات قمر زمان کائرہ ، وزیر مملکت سیّد صمصام علی شاہ بخاری کے ہمراہ پریس کانفرنس کر رہے ہیں

وفاقی وزیر اطلاعات قمر زمان کائرہ اور وزیر خوراک نذر محمد گوندل بے نظیر ٹریکٹر سکیم
کی قرعہ اندازی کی تقریب کے بعد میڈیا سے گفتگو کر رہے ہیں

وفاقی وزیر اطلاعات قمر زمان کائرہ پی آئی ڈی اسلام آباد
میں میڈیا پبلک بنک کا افتتاح کر رہے ہیں

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات قمر زمان کائرہ صدر پاکستان آصف علی زرداری کی صدارت کے کامیاب
ایک سال پر منعقدہ ایک سیمینار سے لاہور میں خطاب کر رہے ہیں

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شدہ

ماہنامہ پاک جمہوریت لاہور

نگرانِ اعلیٰ: غلام حضور باجوہ

نگران: نزہت یاسمین

چیف ایڈیٹر: سیّد محمد مویّد بخاری

مجلس ادارت: صفدر بلوچ
ناصر محمود بٹ
منیر احمد

تزئین: محمد یونس، ضوریز اختر، ارتضیٰ حسین

جلد 50 شمارہ نمبر 9 رجسٹرڈ نمبر LRL 82

ستمبر 2009ء

قیمت عام شمارہ 10 روپے
زرسالانہ 100 روپے

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز
166 آفیسرز کالونی کیولری گراؤنڈ لاہور
فون: مدیر اعلیٰ 36620735
مدیر 36620737
انتظامیہ 36620736

فہرست

حمد	سرور انبالوی	۲
نعت	علی یاسر	۲
لیلۃ القدر	پروفیسر ڈاکٹر حفیظ الرحمن بغدادی	۳
آدابِ روزہ	شعیب امیر	۵
رمضان المبارک میں خواتین کے شب و روز	فوزیہ عرفان	۱۱
عید الفطر	حافظ شاہد محمود	۱۳
اسلام کا فلسفہ عید اور اس کی حقیقت	اسرار اختر	۱۷
خراجِ تحسین		
قائداعظم کی شخصیت کے تابناک پہلو	قدرت اللہ شہاب	۱۹
مزارِ قائد……فنِ تعمیر کا شاہکار	شیخ نوید اسلم	۲۳
یوم دفاع		
چھ ستمبر اور قومی یکجہتی	محمد یونس	۲۶
خدمات		
صدرِ مملکت کی خدمات اور ان کے خلاف بہتان تراشی	شکیل احمد ملک	۲۹
بلوچستان کی شکایات اور ان کا تدارک	عبداللہ فاروقی	۳۲
رینٹل پاور پلانٹس……جتنے منہ اتنی باتیں	سحر صدیقی	۳۵
بچوں کے لئے		
قدیم تاریخی شہر……ملتان	فیض باقر	۳۸
سائنس		
کائناتی اجسام کی دریافت اور تباہی	ڈاکٹر مشیت اللہ خان	۳۹
پکوان		
مزے مزے کے پکوان	نیلوفر/فرخندہ	۴۳
حسن و خوبی		
سنہرے بالوں کا راز	فائزہ بتول	۴۴
زراعت		
کپاس کی بیماریاں اور ان کا علاج	آغا جہاں زیب	۴۵

سرورق: صدر آصف علی زرداری اور وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی یوم دفاع کے موقع پر جائنٹ سٹاف ہیڈ کوارٹر راولپنڈی میں کیک کاٹ رہے ہیں

ادارہ مطبوعات پاکستان نے انتخاب جدید پریس 8 ایبٹ روڈ، رائل پارک، لاہور سے چھپوا کر 166 آفیسرز کالونی کیولری گراؤنڈ لاہور سے شائع کیا

سرؔور انبالوی

حمد باری تعالیٰ

مولا تو آقا ہے سب کا
رُتبہ تیرا سب سے اعلیٰ
چاند ستارے تُو نے بنائے
جن کا نور جہاں میں پھیلا
تیری بخشش حد سے بڑھ کر
تو ہے سارے جہاں کا داتا
تو نے ہم کو صحت بخشی
تو نے دیا ذہنوں کو اُجالا
راہ سے جس دم ہم بھٹکے ہیں
تو نے دکھایا رستہ سیدھا
تیری عنایت حد سے بڑھ کر
تجھ سے بڑھ کر کون ہمارا
تیرے در کے بھکاری ہم سب
شکر ہو کیسے تیرے کرم کا
ٹھوکر جب بھی ہم نے کھائی
تو نے بڑھ کر ہم کو سنبھالا
دل کی مرادیں بر آئی ہیں
نام لیا ہے جب بھی تیرا

علی یاسر

نعت

مری زندگی کو ملے شرف مجھے لے چلو
ہے جدھر مدینہ اسی طرف مجھے لے چلو
وہاں قدسیوں کی جبینیں بھرتی ہیں نور سے
ہیں وہاں ملائکہ صف بہ صف مجھے لے چلو
مرے حصے میں بھی ہو یہ سعادتِ پرتپاک
اسی رہگزر میں بجاؤں دف مجھے لے چلو
سوئے طیبہ جاتے ہوئے پرندو مری سنو
کبھی کرکے اپنے پروں سے لف مجھے لے چلو
مری سرخروئی کا تاج خاکِ مدینہ ہے
مری رائیگانی ہو برطرف مجھے لے چلو
مرا دل دریدہ و تار تار، فراق میں
مرے آنسوؤں میں ہیں ڈوبے کف مجھے لے چلو
مری آرزو مری آبرو درِ مصطفیٰ
وہاں سب گناہ کروں تلف مجھے لے چلو
چلو رخ بدلتی ہوئی ہواؤ کرم کرو
کبھی کربلا تو کبھی نجف مجھے لے چلو
کبھی بزم پاک حضورؐ میں مجھے جا ملے
مجھے نعت گوئی سے ہے شغف مجھے لے چلو

لیلۃ القدر

پروفیسر ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن بغدادی

لیلۃ القدر کے لغوی معنی

عزت والی رات

لیلۃ القدر کے اصطلاحی معنی

ایسی رات جس کا ذکر قرآن مجید اور تواتر کے ساتھ احادیث میں موجود ہے جس رات قرآن کا نزول ہوا۔

لیلۃ القدر کی اجمالاً تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔

قرآن اتارنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر لکھنے والے فرشتوں کے پاس بھیجا پس قران مجید کا جس قدر حصہ پورے سال میں بحکم الٰہی حضرت جبرائیلؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے تھے اتنا حصہ ہی شب قدر میں آسمان دنیا پر نازل ہو جاتا تھا۔ اسی طرح دوسرے سال شب قدر میں اتنا نازل ہوتا جتنا کہ اس سال حضرت جبرائیلؑ کو لانا ہوتا، یہاں تک کہ تمام قرآن مجید لیلۃ القدر میں رمضان کے اندر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے مفسرین نے آیت انا انزلنا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے اس سورت اور پورے قرآن کے ساتھ جبرائیلؑ کو لکھنے والے فرشتوں کے پاس شب قدر میں اتارا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا تیس سال کی مدت میں مختلف دنوں، مختلف اوقات اور مختلف مہینوں میں نازل ہوتا رہا۔

لیلۃ القدر سے مراد عظمت اور فیصلہ والی رات ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے یہ وہی رات ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ: شب قدر میں عمل کرنا ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو۔

روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جتنی خوشی ''خیر من الف شھر'' سے ہوئی، کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے روبرو بنی اسرائیل کے چار حضرات یعنی حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشعؑ بن نون کا ذکر فرمایا اور ارشاد کیا کہ انہوں نے اسی (۸۰) برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور کبھی لحہ بھر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کرام کو یہ سن کر تعجب ہوا، اسی اثنا میں جبرائیل علیہ السلام آگئے اور کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور آپ کے صحابہ کو یہ سُن کر تعجب ہوا کہ ان حضرات نے اسی برس عبادت کی اور ایک لحہ بھی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ پر اس سے بہتر ارشاد فرمایا ہے، اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے سورۃ ''انا انزلنا'' پڑھی اور کہا کہ جس چیز پر آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کو تعجب ہوا تھا۔ یہ اس سے افضل ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔

یحیٰی بن نجیح کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ایک ہزار مہینے تک ہتھیار بند رہا اور جسم سے ہتھیار الگ نہیں کیے۔ یہ بات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیان فرمائی تو اس پر صحابہ کو تعجب ہوا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آیت "لیلۃ القدر خیر من الف شھر" نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے ہزار مہینوں سے تمہارے لئے ایک شب قدر افضل و برتر ہے۔

"تنزل الملائکۃ" یعنی شب قدر میں غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک فرشتے اور روح یعنی جبرائیل علیہ السلام اترتے رہتے ہیں۔ والروح یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

فیھا: یعنی شب قدر میں (فرشتے نازل ہوتے ہیں) "من کل امر" ہر امر یعنی ہر بھلائی کے ساتھ (ان فرشتوں کا نزول ہوتا ہے) "سلام ھی حتی مطلع الفجر" یعنی وہ رات سلامتی والی ہے (اس میں کوئی بیماری یا جادو ٹونے کا اثر، کاہنوں کی کہانت موثر نہیں) طلوع فجر تک اگر "مطلع" کا لام مکسور پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے مقام طلوع، سلام کے معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ روئے زمین کے مسلمانوں پر ملائکہ کی طرف سے سلام ہوتا ہے یعنی طلوع فجر تک فرشتے سلام پیش کرتے رہتے ہیں۔

تلاش لیلۃ القدر

شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے۔ ان تاریخوں میں زیادہ مشہور ستائیسویں شب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک کسی تاریخ کا تعین وثوق سے نہیں کیا جا سکتا۔ آخری عشرہ کی سب راتیں برابر ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک اکیسویں شب زیادہ قابل اعتماد ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ وہ ستائیسویں شب ہے۔ اس تعین پر ان کی دلیل یہ ہے کہ ستائیسویں شب زیادہ موکد ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سی شب ہے۔

امام حنبلؒ نے بالا سناد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے اپنے خواب آخری عشرہ (رمضان) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے خواب ستائیسویں شب کے متعلق متواتر ہیں اس لئے جو شخص شب قدر کی جستجو کرے وہ ستائیسویں رات کو کرے۔

عدد 7 کی فضیلت

روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا میں نے طاق عددوں پر سات سے زیادہ کسی طاق عدد کو لائق اعتماد نہیں پایا پھر جب سات کے عدد پر غور کیا تو آسمانوں کو بھی سات، زمین کو بھی سات، رات کو بھی سات، دریا بھی سات، صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی سات بار ہے۔ خانہ کعبہ کا طواف بھی سات بار ہے، رمی جمار بھی سات ہے۔ انسان کی تخلیق بھی سات اعضا سے ہے، اس کے چہرے میں بھی سات سوراخ ہیں، قرآن مجید میں "حم" سے شروع ہونے والی سورتیں بھی سات ہیں، سورہ الحمد کی آیت سات ہیں، قرآن پاک کی قرائتیں سات ہیں، قرآن مجید کی منزلیں بھی سات ہیں اور سجدہ بھی سات اعضا سے ہوتا ہے، جہنم کے نام سات اور اس کے درجے بھی سات ہیں۔ اصحاب کہف سات تھے، سات دن کی مسلسل اور لگاتار آندھی سے قوم عاد ہلاک ہوگئی، حضرت یوسف علیہ السلام سات سال جیل میں رہے۔ بادشاہ مصر نے خواب میں جو گائیں دیکھی تھیں وہ سات تھیں۔ قحط کے بھی سات سال تھے اور ارزانی کے بھی سات سال، پنجگانہ نماز کے فرائض کی سترہ رکعتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جب حج سے فارغ ہو کر لوٹو تو سات روزے رکھو) نسبی عورتیں بھی سات حرام ہیں اور سسرالی عورتیں بھی سات حرام ہیں۔ کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کو سات بار پاک کرنے کا حکم ہے۔ جس میں پہلی بار مٹی سے مانجھنا ہے۔ سورہ القدر کے آغاز سے لفظ سلام تک حروف کی تعداد ۲۷ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی آزمائش میں سات سال مبتلا رہے۔

سردی کے آخری دن سات ہیں۔ تین دن شباط (پھاگن) کے اور چار دن آذر (چیت) کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہدا سات طرح کے ہیں:

۱- راہِ خدا (جہاد) میں مارا جانے والا
۲- طاعون سے مرنے والا
۳- سِل کے مرض میں مرنے والا
۴- ڈوب کر مرنے والا
۵- جل کر مرنے والا
۶- پیٹ کے مرض (ہیضہ) سے مرنے والا
۷- وضع حمل سے مرنے والی عورت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طول اس زمانے کے سات گز کے برابر تھا اور آپ کا عصا بھی سات گز تھا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اکثر چیزیں سات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے "سلام ھی حتی مطلع الفجر" فرما کر بندوں کو آگاہ کر دیا کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے (کہ اس میں سات کا ہندسہ شامل ہے) اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیس تاریخ کو ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

لیلۃ القدر کے غیر متعین ہونے کی وجہ

اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قطعی اور یقینی طور پر شب قدر کو کیوں نہیں بتایا (کہ وہ کون سی رات ہے) جس طرح شب جمعہ کی اطلاع تعین کے ساتھ فرما دی ہے اس کا جواب ان کو یہ دیا جائے گا کہ عدم تعین کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس بات پر اعتماد کر بیٹھیں کہ ہم ایسی رات میں عبادت کر چکے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اللہ نے ہماری مغفرت کر دی، ہم کو بارگاہ الٰہی سے بڑے بڑے مراتب حاصل ہو گئے، جنت مل چکی، یہ خیال کر کے وہ عمل سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں گے اور امید میں پھنس کر رہ جائیں گے۔ جس کا نتیجہ بربادی ہوگا۔ شب قدر کے تعین سے مطلع نہ کرنے کی یہی وجہ ہے جو موت کے وقت سے مطلع نہ کرنے کی ہے تاکہ اپنی موت کا وقت جاننے والا یہ نہ کہنے لگے کہ ابھی تو میری عمر بہت پڑی ہے، دنیا میں عیش تو کر لوں، لذتیں اور خواہشیں پوری کر لوں جب زندگی کے خاتمہ کا وقت آئے گا تو اس وقت توبہ کر لوں گا اور عبادت میں مشغول ہو جاؤں گا اور نیکوکاروں کی حالت میں میرا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے مرنے کا وقت پوشیدہ رکھا تاکہ ان کو ہمیشہ موت کا دھڑکا لگا رہے اور نیک عمل میں مصروف رہیں۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہیں اور اعمال کی اصلاح میں مشغول رہیں اور ان پر موت اس حال میں آئے کہ وہ نیکی پر قائم ہوں۔ اس طرح دنیا میں بھی وہ جائز لذتوں سے محفوظ ہوں اور آخرت میں اللہ کی رحمت کے باعث عذاب سے بچ سکیں۔

کسی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے اندر چھپا رکھا ہے، بندہ کی اطاعت میں اپنی رضا کو، بندہ کی نافرمانی میں اپنے غضب کو، درمیانی نماز کو دوسری نمازوں میں، مخلوق میں اپنے اولیا کو اور ماہ رمضان کو شب قدر میں۔

لیلۃ القدر کے معمولات

اگرچہ آخری عشرہ یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں رات میں کثرت کے ساتھ نوافل ادا کئے جائیں۔ نوافل سے تھک جائیں تو تلاوت کلام پاک کی جائے، درود شریف کثرت کے ساتھ پڑھا جائے، مسنون وظائف کیے جائیں، قرآنی دعائیں کی جائیں، اگر کسی مرشد کامل نے ذکرو اذکار کے اسباق پڑھائے ہوں تو انہیں بھی ان راتوں میں ضرور دُہرایا جائے۔

لیلۃ القدر کی دعا

اس مقدس رات میں تمام نیک دعائیں قبول ہو جاتی ہیں: "بہت سے لوگ اس رات کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ ہمیں یہ رات نصیب ہو اور ہم اپنے دل کی امنگیں پوری کر سکیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے لیلۃ القدر کا پتہ چل جائے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ دعا مانگا کرو:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معاف

آدابِ روزہ

شعیب امیر

کرنے کو پسند کرتا ہے مجھے بھی معاف فرما۔

روزہ کا ادب یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حالت کو ضبط میں رکھا جائے اور جسمانی اعضا اور نفس کو گناہ والے کاموں سے روکا جائے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار آداب بجالانے کا درس دیا ہے۔ کیوں کہ آداب زندگی کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت بڑی معراج ہے۔ جس طرح معاشرتی زندگی میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے، کھانے پینے اور سونے، گویا کہ ہر شعبہ کے کچھ نہ کچھ آداب ہیں ایسے ہی اسلامی عبادات کے بھی آداب ہیں لہٰذا عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی، اسے ادب واحترام کے ساتھ ہی سرانجام دینا چاہیے۔ یہ آداب دراصل انسان میں اعلیٰ انسانیت پیدا کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ روزہ رکھ کر روزہ دار کو چاہئے کہ وہ روزہ ان لوازمات کے ساتھ پورا کرے جو بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ روزے کا سب سے بڑا ادب تو یہ ہے کہ روزہ میں اپنے تمام اعضا کو کھانے پینے اور جماع سے روکنے کے ساتھ ہر قسم کی بُری حرکات اور ناشائستہ امور سے بچایا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جب تو روزہ رکھے تو اپنے کان، آنکھ اور زبان کا بھی روزہ رکھ اور تیرا ہر عضو روزہ رکھے۔''

ایک اور حدیث میں یوں ہے:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے ایسے روزہ دار ہوتے ہیں کہ ان کا روزہ نہیں ہوتا۔ ہاں وہ بھوکے ضرور ہوتے ہیں اور بہت سے قیام کرنے والے قیام کرتے ہیں لیکن ان کا قیام نہیں ہوتا بلکہ صرف جاگتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت سیّد علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا احبس حواسک (اپنے حواس کو قابو میں رکھ) کیونکہ اپنے حواس کو بند رکھنا ہی مکمل مجاہدہ ہے۔ اس لئے کہ تمام کے تمام علوم انہی پانچ دروازوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا دیکھنا، دوسرا سننا، تیسرا چکھنا، چوتھا سونگھنا اور پانچواں چھونا اور یہ پانچوں حواس علم اور عقل کے سپہ سالار ہیں۔ ان میں سے چار حواس کا مقام تو مخصوص ہے۔ لیکن ایک ایسا ہے جو تمام اعضا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آنکھ مقام نظر ہے کہ جہان اور اس کے رنگوں کو دیکھتی ہے۔ کان محل ساعت ہے کہ وہ خبر اور آواز سنتا ہے۔ زبان محل ذوق ہے کہ مزہ اور بدمزہ کو جانتی ہے اور ناک سونگھنے کا محل ہے کہ وہ خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتی ہے۔ البتہ چھونے کے لئے کوئی عضو مخصوص نہیں اور یہ تمام اعضا میں پایا جاتا ہے کہ وہ گرمی سردی اور سختی و نرمی کو جانتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں جو آدمی کے احاطہ علم میں نہ آسکے۔ اسی طرح بدیہی اور الہامی علوم کے علاوہ کوئی ایسا علم نہیں جو پانچ دروازوں کے علاوہ کسی طرح حاصل ہو سکے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے الہام میں کوئی نقص نہیں ہوتا جب کہ ان حواس میں سے ہر حاسہ میں صفائی

بھی ہے اور کدورت بھی، کہ جس طرح ان میں علم وعقل اور روح کا عمل دخل ہے اسی طرح نفس اور خواہشات کا عمل دخل بھی ہے کیونکہ اطاعت و معصیت اور سعادت وشقاوت تمام امور میں یہ حواس آلہ مشترک ہیں۔ پس آنکھ اور کان میں صحیح دیکھنا اور سچی خبر سننا تو حق تعالیٰ کی ولایت ہے جب کہ جھوٹ سننا اور بُری نگاہ سے دیکھنا یہ نفس کی ولایت ہے۔ اسی طرح چھونے، چکھنے اور سونگھنے میں حکم خداوندی کی متابعت اور سنت کی پیروی ولایت حق ہے جب کہ فرمانِ الٰہی کی نافرمانی اور شریعت کی مخالفت یہ نفس کی ولایت ہے۔ پس روزہ دار کو چاہیے کہ وہ ان تمام دروازوں کو بند کرے تاکہ مخالفت حق سے موافقت کی طرح آجائے اور یوں حقیقی روزہ دار ہوجائے ورنہ صرف کھانے اور پینے سے رُکے رہنا تو بچوں اور بوڑھی عورتوں کا روزہ ہے جب کہ روزہ دراصل خواہشات لہو ولعب اور غیبت وغیرہ بُرے کاموں سے بچنے کا نام ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔ (ترجمہ) ہم نے ان کے (انسانوں کے) جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھائے پیے بغیر رہ سکیں اور فرمایا۔ (ترجمہ) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ ہم نے طبائع کو ضرورت مند بنایا ہے اور مخلوق کو کھیل کود کی خاطر پیدا نہیں کیا۔

(کشف المحجوب)

بصری گناہوں سے بچنا روزے کے بنیادی آداب میں سے ہے کہ انسان اپنے آپ کو بصری گناہوں سے بچائے۔ انسانی آنکھ کا گناہ یہ ہے کہ وہ دنیاوی گناہوں کو دیکھ کر ان میں رغبت دلاتی ہے۔ بُری نظر سے عورت یا کسی اور کو دیکھنا اچھا نہیں اس طرح روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی روزہ دار کو چاہیے کہ فلم نہ دیکھے اور نہ عُریاں تصویریں دیکھے۔ ناچ گانا اور دوسری بُری حرکات نہ دیکھے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزے کا پہلا ادب یہ ہے کہ تو آنکھ کو ہر اس چیز سے بچائے جو غیر اللہ کی طرف رغبت دلانے والی ہو۔ بالخصوص ایسی چیز سے جو شہوت انگیز ہو۔ کیونکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آنکھ شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے اور جو کوئی خوف الٰہی سے اس سے دور رہتا ہے اسے وہ خلعت ایمانی عطا کیا جاتا ہے جس کی حلاوت اس کا دل ہی محسوس کرسکتا ہے۔ (یعنی اس کی خوبی بیان سے باہر ہے) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں روزہ کو توڑ دیتی ہیں یعنی جھوٹ، چغلی، نکتہ چینی (جھوٹی) سوگند اور شہوت بھری آنکھ۔ (کیمیائے سعادت)

مندرجہ بالا چیزیں روزہ کو حکماً توڑتی ہیں مگر حقیقتاً نہیں توڑتیں یعنی ان کی قضا نہیں رکھنی پڑتی۔

جھوٹ اور فحش کلامی سے بچنا، روزے کا دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان کو ہر قسم کے گناہوں سے بچایا جائے یعنی زبان سے جو گناہ ہو سکتے ہیں ان سے بچے۔ زبان سے انسان بے ہودہ باتیں نہ کرے بلکہ زبان کو یادالٰہی میں اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھے۔ زبان سے جھوٹی اور لغو باتیں نہ کرے اور زبان کو گالی دینے سے بچائے۔ بعض مالک اپنے نوکروں کو، حاکم اپنی رعایا کو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاد اپنے طالب علموں کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، بے تکلف دوست اپنے دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں دینے کے عادی ہوتے ہیں بلکہ ان کے کلام کا آغاز گالی سے ہوتا ہے۔ عام حالات میں بھی اور خاص طور پر روزہ میں ایسا کرنا بالکل خلاف شرع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے: (ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بیہودہ باتیں نہ بکے اور نہ جاہلانہ کام کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالیاں دے تو کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ دار ہوں۔ (ابوداؤد)

جھوٹ یوں تو انتہائی قابل مذمت ہے لیکن روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا بہت ہی بُرا ہے۔ حدیث پاک میں روزہ کی حالت میں جھوٹ کی ممانعت یوں بیان ہوئی ہے:

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹی بات کہنا اور بُرے کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری شریف)

روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ یہ کہاں کا دستور ہے کہ بندہ حاکم کو حاکم بھی مانے مگر اس کے حکم پر عمل بھی نہ کرے۔ روزہ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں۔ جھوٹ کا خاتمہ تو ہم نے روزہ سے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اگر روزہ رکھ کر ہی جھوٹ بولا جائے تو پھر روزہ رکھنے سے کیا حاصل، زبان میں جھوٹ کے بجائے صداقت پیدا کرنی چاہیے۔ پھر دیکھیے روزے سے انسان کو کتنا سکون قلبی میسر آتا ہے۔

غیبت سے بچنا

روزہ رکھ کر کسی کی غیبت بالکل نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ فساد کی جڑ ہے لیکن اکثر لوگوں کو غیبت کا مرض ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھ کر غیبت کرتے ہیں۔ بہر حال غیبت روزہ کے لئے بہت نقصان دہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اور دونوں روزہ دار تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اپنا وضو اور اپنی نماز دہراؤ اور اپنے اس روزے کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھنا۔ وہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیوں؟ فرمایا کہ تم نے فلاں کی غیبت کی ہے۔ (بیہقی)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔ عرض کی گئی کہ اگر وہ برائی میرے بھائی میں موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں؟ فرمایا کہ جو تم کہہ رہے ہو اگر اس میں وہ برائی ہے تو غیبت ہوئی اور جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں نہیں تو یہ اس پر بہتان ہے۔ (مسلم) حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کا غیبت کے بارے میں قول ہے کہ غیبت اور جھوٹ روزہ کو خراب کر دیتے ہیں۔

دل آزاری کی باتوں سے بچنا

روزہ رکھ کر دل آزاری سے باز رہنا چاہیے کیونکہ دل آزاری سے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ دل آزاری بہت طرح سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا، ان کا تمسخر اور مذاق اڑانا یا تکلیف دینے والا کام کرنا سب دل آزاری کی صورتیں ہیں۔ روزہ رکھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں کیونکہ روزے کا مقصد اللہ کے بندوں کے درمیان ایک دوسرے کی تکالیف کا احساس پیار اور محبت پیدا کرنا ہے اور خاص کر اللہ کے بندوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دل آزاری کو بہت بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث میں بتایا گیا ہے:

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئی کہ آپ کو حضرت صفیہؓ کا اتنی بڑی ہونا کافی ہے (یعنی پست قد) فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے دریا میں گھولا جائے تو اسے رنگین کر دے۔ (ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ کسی کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے اتنا کچھ ملے۔ (ترمذی)

(ترجمہ) خالد بن معدان نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے ملامت کرے تو اس وقت تک وہ نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو کر نہ لے جب کہ اس نے توبہ کر لی ہو۔ (ترمذی) مختلف لوگوں میں یہ وبا عام ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خوب تمسخر اڑاتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور ایسی فضا پیدا کرتے ہیں کہ ہوائی قلابے کہاں سے کہاں ملا جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ روزہ دار بھی ہوتے ہیں اور ایسا کرنے سے ان کے پیش نظر یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس طرح ہنسی مذاق سے روزہ

آسانی سے نبھ جاتا ہے حالانکہ انہیں جاننا چاہیے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ صریحاً روزہ کی روح کے خلاف ہے۔ لہٰذا روزہ رکھ کر جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ اور دوسروں کی دل آزاری وغیرہ کرنے سے روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ہر روزہ دار کو ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔

بُری باتیں سننے سے بچنا

روزہ رکھنے کا ایک اور ادب یہ بھی ہے کہ کان کو بُری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ بری باتیں سننے کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ غیبت نہ سنے، جھوٹی باتیں، لطیفے، گانے اور فحش باتیں نہ سنے کیونکہ شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں انہیں سننا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ بُری باتوں کے سننے سے بھی اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا کہنے سے ہوتا ہے۔

(ترجمہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مجھے میرے کسی صحابی کی شکایت نہ پہنچائے کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے پاس سے صاف سینہ لے کر جاؤں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث پاک سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی بُری بات سننے کو بھی بہت ناپسند کیا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کانوں کو ایسی باتوں کے سننے سے بچاؤ جن کا سننا جائز نہیں کیونکہ جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی جائز نہیں اور سننے والا کہنے والے کا برابر کا شریک ہوتا ہے اور غیبت و دروغ کے گناہ میں اس کا حصہ دار ہوتا ہے۔

دل کو بُرے خیالات سے پاکیزہ رکھنا

روزے کا ایک اور ادب یہ ہے کہ دل ہر قسم کے برے اور گندے خیالات سے پاک رہے کیونکہ دل کی حفاظت از حد ضروری ہے اس لیے کہ روزہ کا زیادہ دخل تو دل ہی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ خائن آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق روزے کا سارا تعلق ہی انسانی دل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا دل میں ہر طرح سے خلوص ہونا چاہئے بلکہ خوفِ خدا ہونا نہایت ضروری ہے۔

جسم کے ہر عضو کو گناہ سے محفوظ رکھنا

جسم کے ہر عضو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کا یہی روزہ ہے کہ ان سے کوئی بھی خلاف شرع فعل سرزد نہ ہو۔ چنانچہ روزہ دار کا ہر فعل دیانت اور صداقت کا نمونہ ہونا چاہیے۔ زندگی کے معاملات اور لین دین میں ایمان داری سے اپنے فرائض سرانجام دے مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں نے روزہ بھی رکھا ہوتا ہے لیکن دیانت اور ایمان داری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ تاجر لوگ اور کارخانہ دار ناپ تول میں کمی کر لیتے ہیں یا کسی خالص میں ناخالص کی ملاوٹ کر لیتے ہیں یا کوالٹی (جنس) میں فرق ڈال لیتے ہیں اور گوالے دودھ میں پانی ملاتے ہیں تو ایسا روزہ رکھنے سے انسان کو کیا حاصل ہوتا کیونکہ اس نے روزہ رکھ کر اسلام کے معاملاتی احکامات کو مدنظر نہیں رکھا اور روزہ میں بد دیانتی سے کام لیا۔ اگر کوئی ایسے روزہ دار کو سمجھانے کی کوشش بھی کرے تو وہ جواب دیتا ہے کہ روزہ اپنی جگہ اور کاروبار اپنی جگہ، میں اپنی روٹی نہ کماؤں مگر وہ نادان اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور ایمان داری سے رزق کمانے کا حکم دیا ہے مگر وہ روزہ رکھ کر بھی امانت اور صداقت سے کام نہیں لیتا اور اپنے پیٹ کو دوزخ سے بھرنے پر تلا ہوا ہے تو جب اس طرح سے روزے رکھنے کے ساتھ اسلام کے دوسرے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا تو پھر روزہ سے کیا مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ روزہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایک مثال ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کوئی شخص کسی مالک کا نوکر ہو یا ملازمت کرتا ہو وہ روزانہ حاضر ہو جاتا ہے لیکن حاضر ہونے میں وقت کی پابندی کا خیال نہ رکھتا ہو یا حاضر ہو کر سارا دن اِدھر اُدھر کی باتوں میں اپنے وقت کا ضیاع کر دے یا حاضر تو ہے لیکن وہ کام سرانجام نہ دے جو مالک نے مقرر کیا ہو اور اپنی مرضی سے جو چاہے کرتا پھرے یا کام تو اس نے

کر دیا لیکن اس کا کیا ہوا کام اس معیار پر نہیں ہے جس کا اس کو کہا گیا تھا تو کیا ایسے ملازم سے مالک خوش ہو جائے گا جس نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں محنت، مشقت اور امانت کو مدنظر نہ رکھا ہو۔ چنانچہ مالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ جس مقصد کے لیے میں نے ملازم کو رکھا تھا وہ اس معیار پر پورا نہیں اترا چنانچہ اس کی سزا یہ ہوگی کہ مالک اس کو ملازمت سے سبکدوش کر دے گا۔ ایسے ہی جو انسان روزہ رکھ کر روزے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جائیں گے اور موت کے بعد اگلے جہاں میں سزا یعنی عذاب پائے گا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ روزہ کی حقیقت رکنا ہے اور رکے رہنے کی بہت سی شرائط ہیں۔ مثلاً معدے کو کھانے پینے سے روکے رکھنا، آنکھ کو برائی کی نظر سے روکے رکھنا، کان کو غیبت سننے، زبان کو بے ہودہ اور فتنہ انگیز باتیں کرنے اور جسم کو حکم الٰہی کی مخالفت سے روکے رکھنا روزہ ہے۔ جب بندہ ان تمام شرائط کی پیروی کرے گا تب وہ حقیقتاً روزہ دار ہوگا۔ عوام الناس میں سے اکثر لوگ روزہ کے آداب کی پیروی نہیں کرتے۔ صرف وہ بھوکے رہنے ہی کو بہت بہادری تصور کرتے ہیں۔ وہ روزہ رکھ کر بے شمار ایسے افعال کرتے ہیں جو خلاف شرع ہوتے ہیں لیکن یاد رہے کہ ایسا روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ اور مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

رمضان میں آپ اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ ''میں روزے رکھ کر زائد وزن کم کروں گا/گی۔'' تاہم اس مہینے کے اختتام پر انہی لوگوں کا وزن پہلے سے بھی بڑھ گیا ہوتا ہے اور یہ لوگ اس بات کو نہیں جان پاتے کہ ان لوگوں کا وزن کیوں بڑھ گیا ہے؟ اس میں ایسی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔ لوگوں کا وزن رمضان میں اس لیے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اس ماہ میں معمول سے زیادہ کھاتے ہیں اور یہی ساری وجہ ہے۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ بہت سے کیسز میں کھانے کی مقدار نہیں بڑھتی مگر کیلوری بڑھ جاتی ہے۔ اسی دوران میں جسمانی کام کم ہو جاتے ہیں اور جسم کی انرجی کی ضروریات کم ہو جاتی ہیں۔ رمضان کے دوران آپ کا مقصد غذائیت سے بھرپور خوراک کھانا ہونا چاہیے نہ کہ کیلوریز سے بھرپور خوراک، عام طور پر ہمارے رمضان کے کھانے جذب ہونے والی، چکنائی، چینی اور نمک سے بھرے ہوتے ہیں اور سحری اور افطاری کے کھانوں میں صحت مند غذا بہت کم ہوتی ہے۔ جیسا کہ گندم، پھل اور سبزیاں۔ ماہ رمضان میں مندرجہ ذیل باتوں میں احتیاط کرنی چاہیے۔

۱۔ تازہ پھلوں کا استعمال کثرت سے کریں۔ جس پھل کے چھلکے کھائے جاسکیں اُن کو کھانا چاہیے۔ کھجوریں بھی پھل میں شامل ہیں۔

۲۔ کھجوریں ایک پھل کا متبادل ہوتی ہیں۔ اپنے پھلوں پر چینی مت ڈالیں۔

۳۔ اپنے کھانوں میں سبزیوں کا بہت زیادہ استعمال کریں۔ اپنے رات کے کھانے میں سلاد شامل کریں۔ نمک مت ڈالیں اگر پکوڑے کھانے ضروری ہیں تو سبزیوں کے پکوڑے بنائیں جیسے پالک اور بینگن۔

۴۔ بہت سی دالیں اور پھلیاں بنائیں۔ جیسے چنے اور لوبیے کی چاٹ تراکیب بدل بدل کر بنایا کریں اور اپنی افطاری میں ضرور شامل کیا کریں۔

۵۔ ضرورت سے زیادہ گوشت نہ کھائیں۔ ہفتہ میں ایک سے دو بار مچھلی کھائیں۔ ہر روز انڈا کھانے سے پرہیز کریں۔

۶۔ دودھ، دہی اور لسی کا روزانہ استعمال کریں مگر اس بات کا خیال رہے کہ وہ بالائی کے بغیر ہو۔ (دودھ میں بہت سی کیلوریز اور جذب ہونے والی چکنائی ہوتی ہے جس سے بآسانی پرہیز کیا جاسکتا ہے)

۷۔ ہر روز پراٹھا مت کھائیں، اس کے بجائے چپاتی کھانا زیادہ بہتر ہے۔

۸۔ سحری اور افطاری کے دوران میں بہت سا پانی پئیں۔ اپنی خوراک سادہ رکھیں اس سے رمضان کے دوران میں وزن بڑھنے کے متعلق پریشانی نہیں ہوگی۔ اس بات کا ارادہ کرلیں کہ آپ غیر متوازن خوراک اس مہینے سے کھانا بند کر دیں گے۔

رمضان المبارک میں خواتین کے شب وروز

فوزیہ عرفان قریشی

رمضان المبارک کی آمد جہاں ہمارے لیے جنت کے دروازے وا کر دیتی ہے وہاں ایمان کی تقویت میں اضافے کا موقع بھی فراہم کرتی ہے۔ سارا سال انسان اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے بسیار خوری کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے معدے کو بہت کام کرنا پڑتا ہے جبکہ اس بابرکت ماہ میں انسان کے معدے کو بھی کافی حد تک آرام ملتا ہے۔ دراصل میرے نزدیک اس مہینے میں انسان کی overhauling ہوتی ہے۔ روزے میں وقت مقررہ پر کھانا اور وقت مقررہ پر افطار کرنا اس کی صحت کا ضامن بن جاتا ہے۔ یوں بھی اس متبرک مہینے میں انسان کھجور، پھل اور مشروبات کا استعمال کرتا ہے جو اس کی صحت کو بہتری کی طرف لے جاتا ہے۔

جہاں اللہ تعالیٰ رمضان میں انسانی معدے کو آسودگی بہم پہنچاتا ہے وہاں خواتین کی سرگرمیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ انہیں اس ماہ میں زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ وقت مقررہ پر اٹھنا، گھر والوں کے لیے سحری کا اہتمام کرنا اور کنبے کی منشا کے مطابق انہیں کھانا مہیا کرنا، سحری میں بچوں کے لیے خاص کر ان کے پسندیدہ کھانے اور بزرگوں کے لیے ان کی عمر کے مطابق پرہیزی اور زود ہضم غذا اور شوہر، بھائی اور دیور کی من پسندیدہ ڈشز کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح افطاری کا اہتمام تو سحری سے بھی بڑھ چڑھ کر کیا جاتا ہے۔ جس میں چٹ پٹی اشیا، سموسے، پکوڑے، کچوریاں، چاٹ اور دہی بھلے بنائے جاتے ہیں جن کے بنانے میں بھی کافی وقت درکار ہوتا ہے۔

جیسے جیسے حفظان صحت کے حوالے سے لوگوں کے ادراک میں اضافہ ہوا ہے ویسے ویسے خواتین کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ پہلے پہل تو کافی حد تک بنی بنائی اشیا بازار سے خرید لی جاتی تھیں مگر آج کی باشعور اور تعلیم یافتہ خواتین اپنے کنبے کی صحت و توانائی کی خاطر تمام اشیا کو گھر میں بنانے پر ترجیح دیتی ہیں۔ گھریلو خواتین گھرداری، صفائی، بچوں اور بوڑھوں کی نگہداشت تو پہلے سے ہی کر رہی ہوتی ہیں مگر رمضان میں کاموں کی فہرست طویل ہو جاتی ہے۔ ایسے میں اگر بچے شیر خوار ہوں تو وہ خصوصی توجہ کے طلب گار ہوتے ہیں اور ان کے ہر کام کا انحصار ماں کے ہی کندھوں پر ہوتا ہے کیونکہ ان کے کھانے پینے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ اس مصروفیت میں خاتون کو ان کے لیے بھی وقت نکالنا پڑتا ہے اور بعض اوقات تو کام روک کر بھی بچے کو سنبھالنا پڑ جاتا ہے جسے وہ بخوبی نبھاتی ہے۔ جن خواتین کے بچے اسکول جاتے ہیں انہیں روزے اور عبادت کے ساتھ ساتھ ان کے لیے لنچ باکس یا دوپہر کے کھانے کا بھی انتظام کرنا پڑتا ہے اور خدانخواستہ گھر میں کوئی فرد بیمار پڑ جائے تو خاتون خانہ اس کے لیے بھی پرہیزی کھانا تیار کرتی ہے۔

وہ خواتین جن کے شوہر ملک یا شہر سے باہر اہل خانہ کے لیے رزق کمانے کی خاطر گئے ہوتے ہیں ان مردوں کی ذمہ داری بھی انہیں اپنے سر لینا پڑتی ہے۔ مثلاً، بازار سے سودا سلف لانا، پانی، بجلی، گیس اور ٹیلی فون کے بل وغیرہ تک کا ذمہ اٹھاتی ہیں اور اگر استعمال کی اشیا میں سے کوئی مشینری خراب ہو جائے تو اس کی مرمت بھی اسی کے حصے آتی ہے اور اس

طرح رمضان اس کے کام میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے جس میں سحر وافطار میں خصوصی طور پر استعمال ہونے والے سامانِ خوردونوش کی خریداری اس کے روزمرہ کام کو دوگنا بلکہ چوگنا کردیتی ہے یہاں تک کہ بچوں کو پڑھانا، اسکول سے لانا لے جانا اور کسی بیماری کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی ذمہ داری بھی اسی کی ہوتی ہے جس میں مرد اس کا مددگار ہوتا ہے مگر اس کی عدم موجودگی کے باعث وہ اس کے حصے کے کام کو بھی سرانجام دیتی ہے۔اس میں بزرگوں کی دل جوئی، بچوں کی فرمائش یا کوئی اپنی خواہش پوری کرنی ہو تو اس پر ماہ صیام میں حد سے زیادہ کام کا بوجھ آجاتا ہے جسے وہ اپنی محنت وکاوش سے پورا کرتی ہے۔

علیحدہ رہنے والی خواتین کو تمام کام خود کرنا ہوتے ہیں جبکہ جوائنٹ فیملی سسٹم میں دادی، چچی، پھوپھی وغیرہ کافی حد تک مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

اس خیر وبرکت والے مہینے میں عورت نیند وآرام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام کام وقت مقررہ پر کرتی ہے کیونکہ رمضان المبارک میں سب سے بڑا مسئلہ جس سے خواتین دوچار ہوتی ہیں وہ وقت کی پابندی ہے۔ خواہ سحری میں اٹھ کر کھانا بنانا ہو، بچوں کو وقت پر اسکول بھیجنا ہو، چھوٹے بچوں کے لیے ظہرانہ تیار کرنا ہو، افطاری کی شان دار تیاری ہو یا پھر رات کے کھانے کا اہتمام ہو، وہ بلاتھکان یہ کام بخوشی کرتی دکھائی دیتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی عبادت بھی مقررہ اوقات پر کرتی ہیں۔اس پر طرّہ یہ کہ وہ خواتین جو گھریلو ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔چاہے ان کا تعلق درس وتدریس کے شعبے سے ہو، وہ ڈاکٹر ہو، وکیل ہو، میڈیا سے تعلق رکھنے والی ہو، مزدور یا گھروں میں کام کرنے والی عورت ہو، رمضان میں انہیں دوہری مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ خواتین اپنے پیشے سے بھی انصاف کرتی ہیں اور گھریلو مسائل کو بھی مدنظر رکھتی ہیں۔نوکری پیشہ خواتین کو سحری اور عبادت سے فارغ ہوتے ہی نوکری کی تیاری کرنی پڑتی ہے اور یہ میٹھی نیند کے مزے لیے بغیر ہی اپنی اگلی مصروفیت کو نبھانے کے لیے کھڑی ہوتی ہیں اور گرمی کے طویل دن میں بھی روزے کے ساتھ تندہی سے کام کرتی ہیں۔ڈاکٹر نے مریضوں کی لمبی قطار کو دیکھنا ہو یا وکیل نے عدالت میں گھنٹوں جرح کرنی ہو، معلم نے درس دینا ہو یا عمارت تعمیر کرنے والی خاتون نے اینٹیں ڈھونی ہوں، میڈیا سے تعلق رکھنے والی حوّا کی بیٹی موسموں کی شدت برداشت کرتے ہوئے اپنا کام کرتی ہے اور رمضان ان کے صبر کو مزید پختہ کرتا ہے۔جیسے ہی وہ ملازمت کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوتی ہیں تو گھر کی طرف لپکتی ہیں۔ان کا ذہن اب گھریلو مسائل کی طرف متوجہ دکھائی دیتا ہے اور وہ دن بھر کی تھکان بھول کر اپنے اہل خانہ کی افطاری کی تیاری میں جُت جاتی ہیں۔

چاہے عورت گھریلو ہو یا ملازمت پیشہ، جوائنٹ فیملی کے ہمراہ رہتی ہو یا شوہر کے بغیر گویا عورت کی زندگی میں رمضان کا مہینا ڈھیروں کام کاج اور ذمہ داریاں لے کر آتا ہے جہاں وہ اپنے رب کریم کی عبادت کر کے ثواب کا ثمر حاصل کرتی ہے وہاں وہ اسی ذات پاک کے بندوں کو خوش کر کے مزید خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ صنف نازک، جسم ناتواں اور کمزور حلیف کہلانے کے باوجود اس ماہ میں مرد سے کہیں زیادہ کام کرتی دکھائی دیتی ہے اور خاتون کی یہ جفاکشی ماہ صیام میں زیادہ ابھر کے سامنے آتی ہے۔

صنفی مجبوریوں کے باوجود خواتین ہمت، محنت اور لگن کے ساتھ اس ماہ کی برکتوں سے خود بھی فیض یاب ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی رحمتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔اس ماہ میں اگر صنف نازک کو ماہ رمضان کے ''غیر مسلمہ Hero'' کا خطاب دیا جائے تو ہرگز ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔

☆☆☆☆

عیدُ الفطر

عید کی وجہ تسمیہ

''عید'' کو 'عید' اس لئے کہا جاتا ہے ،کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف فرحت، شادمانی بار بار لاتا ہے۔یعنی عید اور عود ہم معنی ہیں۔

بعض علما کا قول ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو منافع احسانات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ عید کے دن چونکہ بندہ گریہ وزاری کی طرف لوٹتا ہے اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ بخشش وعطا کی جانب رجوع فرماتا ہے۔بعض علما کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ اطاعتِ الٰہی سے اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرض کے بعد سنت کی طرف پلٹتا ہے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہِ شوال کے چھ روزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں۔عید کی وجہ تسمیہ کے متعلق بعض علما کا کہنا ہے کہ عید اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن مسلمانوں سے کہا جاتا ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) ''اب تم مغفور ہو کر اپنے گھروں اور مقامات کی طرف لوٹ جاؤ۔''

بعض علما نے فرمایا کہ اس کو عید اس لئے کہا گیا کہ اس میں وعدہ وعید کا ذکر ہے' باندی اور غلام کی آزادی کا دن ہے۔حق تعالیٰ اس دن اپنی قریب اور بعید مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ کمزور و ناتواں بندے اپنے رب کے سامنے گناہوں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں۔

حضور ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عید کا دن ہوتا ہے اور لوگ عید گاہ کی طرف جاتے ہیں تو حق تعالیٰ ان پر توجہ فرماتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! تم نے میرے لیے روزے رکھے' میرے لیے نمازیں پڑھیں' اب تم گھروں میں اس حال میں جاؤ کہ تم بخش دیے گئے ہو۔''

حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کر دو۔ (اس آواز کو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمد ﷺ کے اُمتیو! اپنے رب کی طرف بڑھو' وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کر کے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دعا اور کسی حاجت کو رَد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو معاف کیے بغیر نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو مغفور ہو کر لوٹتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! فرشتے لبیک کہتے

ہوئے حاضر ہو جاتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس مزدور کی اجرت کیا ہے جو اپنا کام پورا کرے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اے ہمارے معبود! اے ہمارے آقا! اس مزدور کو پوری پوری اجرت دی جائے۔ رب جلیل فرماتے ہیں! اے میرے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے روزوں اور نمازِ شب کا اجر اپنی خوشنودی اور ان کے گناہوں کی مغفرت بنا دیا۔ پھر فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، اپنی عزت وجلال کی قسم، آج تم اپنی مغفرت کے لیے مجھ سے مانگو گے میں وہ تم کو ضرور دوں گا اور جو کچھ دنیا کے لیے مانگو گے اس کا لحاظ رکھوں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جب تک تم میرے احکامات کی حفاظت کرو گے (بجالاؤ گے) میں تمہاری خطاؤں اور لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا رہوں گا اور تم کو ان لوگوں کے سامنے جن پر شرعی سزا واجب ہو چکی ہے رُسوا نہیں کروں گا۔ جاؤ تمہاری بخشش ہو گئی ہم نے مجھے راضی کیا، میں تم سے راضی ہو گیا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں، فرشتے یہ خوشخبری سن کر خوش ہو جاتے ہیں اور ماہِ رمضان کے خاتمے پر امتِ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کی خوش خبری پہنچاتے ہیں۔

مومن اور کافر کی عید میں فرق

عید کی خوشی منانے میں مومن اور کافر دونوں برابر شریک ہیں، یعنی کافر بھی (اپنی) عید کی خوشی مناتا ہے اور مومن بھی، لیکن کافر کی عید، شیطان کی خوشنودی کے لیے ہے اور مومن کی عید اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ مومن عید کے لیے (عیدگاہ) جاتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج (مزین) ہوتا ہے، حیا اور شرم کی علامتیں آنکھوں میں عیاں ہوتی ہیں اور کان حق سننے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ زبان پر توحید کی شہادت اور دل میں معرفت ویقین ہوتا ہے۔ اس کے شانوں پر اسلام کی چادر اور کمر میں اطاعت کا پٹکا ہوتا ہے۔ اس کا مقام اور منزل خانقاہ اور مسجد ہوتی ہے۔ اس کا معبود بندوں اور ساری مخلوق کا رب ہوتا ہے۔ وہ اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے، اسی سے مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس کی پزیرائی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مقامِ عزت اور جنت میں داخل فرمادے گا۔

کافر عید کو جاتا ہے تو اس پر نامرادی اور گمراہی کا تاج ہوتا ہے۔ کانوں پر غفلت کا پردہ اور حجاب پڑا ہوتا ہے، آنکھیں بے حیائی اور خواہشاتِ نفسانی کا پتا دیتی ہیں۔ زبان پر بدبختی اور کذب کی مہر لگی ہوتی ہے۔ دل پر جہل وانکار کا اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔ کمر میں بدبختی کا پٹکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کٹ جانے کے ہیبت ناک گڑھے درمیان میں حائل ہوتے ہیں (ایسے گڑھے جو اللہ اور اس کے درمیان حائل ہوتے ہیں) ان کی نشست و برخاست کی جگہیں گرجے اور آتش کدے ہوں گے، اس کے معبود بت ہوں گے، آخر کار ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

عید منانے کا اسلامی طریقہ

عید پر عمدہ اور اچھا لباس پہنے، عمدہ اور لذیذ کھانا کھانے سے ہی عید نہیں ہوتی ہے بلکہ مسلمان کی عید ہوتی ہے اطاعت و بندگی کی علامت کے ظاہر ہونے سے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری سے، سیات کے عوض حسنات کے حصول سے، درجات کی بلندی کی بشارت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے سے، نورِ ایمان سے سینہ کی روشنی سے، قوت و یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب سے، دل میں سکون پیدا ہو جانے سے، علوم و فنون اور حکمتوں کا دل کے اتھاہ سمندر سے

نکل کر زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔

عید کے دن حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ اس وقت بھوسی کی روٹی کھا رہے تھے۔اس نے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے اور آپ چوکر (بھوسی) کی روٹی کھا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا ''آج عید تو اس کی ہے جس کا روزہ قبول ہو، جس کی محنت قبول ہو اور اس کے سارے گناہ بخش دیے گئے ہوں۔آج کا دن بھی ہمارے لیے عید کا دن ہے اور کل بھی ہمارے لیے عید ہوگی اور ہر وہ دن ہمارے لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

پس ہر صاحب عمل وشعور کے لیے مناسب ہے کہ عید کے ظاہر پر نظر رکھنے سے اجتناب کرے۔ظاہر پر فریفتہ نہ ہو بلکہ عید کو عبرت اور غور وفکر کی نگاہ سے دیکھے۔عید کے دن کو قیامت کا دن سمجھے اور شب عید میں شاہی نقارہ کی آواز کو صور کی آواز سمجھے۔ جب لوگ عید کے انتظار میں تیاری کر کے رات کو سو جاتے ہیں تو ان کی اس حالت کو ایسا سمجھے جیسا کہ صور کے دو نفخوں کے درمیان خواب کی حالت ہوگی۔عید کی صبح لوگوں کو اپنے اپنے محلوں اور گھروں سے نکلتے دیکھے' ان کو رنگ برنگ لباس ،طرح طرح کے زیورات میں لپٹا خوشی سے جھومتا دیکھے تو خیال کرے کہ اہل معصیت غم زدہ ہیں اور اہل تقویٰ خوش و خرم ہیں۔ مشرکوں اور مجرموں پر اللہ کی پھٹکار برس رہی ہے، وہ منہ کے بل اوندھے پڑے رینگ رینگ کر چل رہے ہیں، متقی سواریوں پر سوار ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''رحمٰن کی طرف ہم اہل تقویٰ کو سوار کر کے لے جائیں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے اونٹوں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے۔''

اس دن ہر زاہد و عابد و ابدال اپنے حقیقی بادشاہ اور محبوب کے پاس عرش کے سایہ میں آرام وسکون میں ہوگا۔ ہر ایک کے جسم پر لباس اور زیور ہوگا، چہرے پر معرفت و اطاعت کے انوار ہوں گے اور اس کی تازگی اور جھلک نمایاں ہوگی۔سامنے نعمت کے دستر خوان بچھے ہوں گے،اس پر طرح طرح کے کھانے،مشروب اور پھل رکھے ہوں گے یہاں تک کہ جب تمام مخلوق کا حساب ہو چکے گا اس وقت وہ اپنی اپنی منزلوں (قیام گاہوں) میں جنت کے اندر چلے جائیں گے' جو اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہیں۔جنت میں ہر مرغوب طبع چیز موجود ہوگی، ہر چیز وہاں کی جاذب نظر ہوگی۔ وہاں کی نعمتیں ایسی ہوں گی کہ آنکھوں نے ان جیسی نعمتیں دیکھی ہوں گی اور نہ کانوں نے سنا ہوگا' بلکہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور بھی نہ آیا ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ:۔کوئی نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کی جزا میں اہل جنت کے لیے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیسی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

اور جو دنیا کے طلب گار ہیں تو وہ گریہ وزاری اور رنج والم میں مبتلا ہوں گے، اہلِ جنت جن راحتوں سے ہم کنار ہوں گے' ان راحتوں اور آسائشوں کا دروازہ ان کے لیے بند رہے گا، کیونکہ ان کو مال ومتاع سے رغبت تھی ،حرام اور مشتبہ مال کھاتے تھے اور اپنے رب کی عبادت میں گڑ بڑ کرتے رہتے تھے۔وہ اہلِ جنت کے مراتب دیکھیں گے مگر ان تک پہنچ نہ سکیں گے' جب تک وہ ان حقوق سے عہدہ برآ نہ ہو جائیں گے جو ان کے ذمہ ہیں۔

اب رہے کافر تو وہ طرح طرح کے عذاب، ذلت وخواری، تباہی اور بربادی،

دوزخ کے دوامی عذاب کو محسوس کر کے موت اور ہلاکت کی آرزو کریں گے مگر ان کو موت نہیں آئے گی۔

جب مسلمان عید کے دن قومی (شاہی) پھریروں کو لہراتا اور جھنڈوں کو سر بلند دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس وقت کو یاد کرے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اونچے نشان والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے پکارے گا اور جب وہ (عیدگاہ میں) نمازیوں کی درست صفیں (جن میں بہت سے لوگ شریک ہیں) دیکھے تو یاد کرے کہ (کل) قیامت کے دن تمام مخلوق اللہ کے سامنے اسی طرح کھڑی ہوگی کہ بڑے لوگ الگ قطاروں میں کھڑے ہوں گے اور تمام ڈھکی چھپی باتیں اسی روز ظاہر ہوجائیں گی۔

عید کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ عیدگاہ سے لوٹتے ہیں، کوئی گھر کو جاتا ہے کوئی دکان کو اور کوئی مسجد کو! تو اس وقت یہ حالت دیکھ کر مسلمان کو چاہیے کہ اس منظر اور کیفیت کو یاد کرے کہ اس طرح قیامت میں جزاوسزا والے بادشاہ کے حضور سے جنت اور دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ترجمہ: ''قیامت قائم ہونے کا دن یاد کرو، اس روز لوگوں کے دو گروہ بن جائیں گے۔ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں چلا جائے گا۔''

الغرض اللہ رب العزت ہمیں رسول اللہ ﷺ کے نعالینِ پاک کے تصدق سے عیدالفطر کی سچی خوشیاں نصیب فرمائے۔

(آمین)

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

مسلم قومیت کی بنیاد

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمۂ توحید ہے نہ وطن نہ نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا تھا۔ وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔ آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

اسلام کا فلسفہ عید اور اس کی حقیقت

اسرار اختر

ہر مذہب کے ماننے والوں کے لیے سال میں کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جو کسی بھی سبب سے یادگار حیثیت رکھتے ہیں۔اگر اس دن سے کوئی مسرت آمیز واقعہ منسوب ہے تو اس دن خوشیاں منائی جاتیں ہیں اور اگر اس دن کی نسبت کسی المیے سے ہے تو غم کیا اظہار کیا جاتا ہے۔جیسے حضرت ابراہیمؑ کے نار نمرود سے سلامتی سے نکل آنے کا دن ان کی امت کے لیے عید کا دن قرار پایا۔حضرت یونسؑ کی امت حضرت یونسؑ کی شکم ماہی سے رہائی کے دن کو عید کے دن کے طور پر مناتی تھی اور باالفاظ قرآن عیسٰیؑ کے پیروکاروں کے لیے نزول مائدہ کا دن عید کا دن تھا۔اسی طرح اسلام نے بھی بطور خاص سال کے دو دونوں کو عید کا دن قرار دیا۔ایک وہ دن جب حضرت اسماعیلؑ کے بدلے دنبہ ذبح ہوا یہ دن عیدالاضحیٰ کہلایا اور ماہ رمضان کے اختتام پر روزے داروں کے لیے شکرانے کے طور پر عیدالفطر قرار دیا گیا۔

اسلام میں عید کا تصور میلے ٹھیلے،شکم پری اور رقص و موسیقی کا دن نہیں۔اسلام میں خوشی اور غم کا تصور صرف رضائے الٰہی سے وابستہ ہے۔اگر زندگی اطاعت الٰہی کے راستے پر گامزن ہے تو ہر دن روز عید ہے اور اگر معصیت الٰہی کا ارتکاب ہو رہا ہے تو پوری زندگی باعث تاسف ہے۔ماہ رمضان ریاضت و عبادات اور نفس کو گناہوں کی کثافتوں سے پاک کرنے کا مہینہ ہے۔یہ مہینہ مقصد حیات کو یاد کرنے اور عہد عبودیت کی تجدید کا ہے۔چنانچہ روزوں کے وجوب کا سبب قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

''اے مومنو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بنو۔''

اس آیت سے دو باتیں واضح ہیں ایک تو یہ کہ فرضیت صیام محض مسلمانوں سے مخصوص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے اور روزوں کی فرضیت کا سبب یہ ہے کہ تم روزے کی مشق کے ذریعے متقی بنو۔پس عیدالفطر یوم انعام ہے ان روزے داروں کے لیے جنہوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا اور ریاضت وعبادات کے ذریعے تقویٰ تک پہنچ گئے۔

روز عید میں چند باتوں کا خاص اہتمام ہوتا ہے،دوگانہ نماز عید کی ادائیگی جس میں بندہ اللہ کے حضور سربسجود ہو کر ماہ رمضان جیسی نعمت نازل کرنے پر اللہ کا شکر بجالاتا ہے اور ساتھ ساتھ ماہ رمضان میں کی گئی عبادت و ریاضت پر سارا سال قائم رہنے کے لیے خدائے لم یزل سے توفیق واستعانت طلب کرتا ہے۔پھر خطبہ عید کا اہتمام ہوتا ہے جس میں واعظ روزے داروں کو شیطان کے ان حربوں سے آگاہ کرتا ہے جو ان کے پاکیزہ نفوس پر دوبارہ حملہ آور ہونے کے لیے اختیار کر سکتا ہے۔نماز عید کے بعد باہم مصافحہ کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آپس میں محبت بڑھے اور معاشرے سے کینہ و کدورت کا خاتمہ ہو۔یہی اسلامی عبادات کی اجتماعی شان ہے۔

عیدالفطر میں جہاں اللہ نے نماز دوگانہ کی ادائیگی لازم کی، وہیں حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی خاص اہتمام کیا ہے۔نماز عید کے ساتھ فطرہ کی ادائیگی کا حکم اسلام کی تعلیمات کی

اساس ہے، جہاں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ اللہ اپنی محبت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک اس کی ساتھ بندگان خدا سے محبت نہ کی جائے۔ فطرہ کی رقم اتنی رکھی گئی ہے تا کہ ہر حیثیت کا آدمی ادا کر سکے۔ اس کا مقصد بھیک دینا نہیں بلکہ ذمے داری کا احساس دلانا ہے کہ معاشرے کے نادار طبقے کا بھی آپ پر حق ہے۔ فطرہ کی ادائیگی میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ غریب کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور دینے والے میں تکبر کا احساس پیدا نہ ہو۔ چنانچہ نادار سے نہیں کہا گیا کہ وہ فطرہ وصول کرنے صاحب استطاعت کے دروازے پر جائے بلکہ صاحب استطاعت سے کہا گیا کہ وہ فطرہ نادار کے دروازے پر پہنچائے۔ گویا وہ فطرہ دے کر کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اسے تو غریب کا احسان مند ہونا چاہیے کہ اس کے باعث وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہا ہے۔

آج ہم عید منا رہے ہیں ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ عید کی خوشیاں کس کا حق ہیں۔ یہ عید اس کی ہے جس نے ماہ رمضان کی برکتوں کو پالیا۔ یہ عید اس کی ہے جس نے مال حلال سے افطار و سحر کا انتظام کیا۔ یہ عید اس کی ہے جس نے رمضان کے روز و شب تلاوت و عبادت میں بسر کیے۔ یہ عید اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں بھوکا پیاسا رہا۔ یہ عید اس کی ہے جس نے نفس کو گناہوں سے پاک کیا، جو اطاعت الٰہی کے عہد پر قائم رہا، جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کیے۔ یہ عید اس کی ہے جس نے اپنی بھوک و پیاس میں معاشرے کے غریب و نادار افراد کی بے بسی کو محسوس کیا۔ یہ عید اس کی ہے جس نے اپنی خوشیوں میں محروم طبقے کو شریک کیا۔

کیا ہم نے عید کی حقیقی خوشیاں حاصل کر لیں؟ عید مناتے ہوئے ہمیں اس سوال کا جواب بھی تلاش کرنا ہوگا۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

یہ شکست خوردہ ذہنیت کی انتہا ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ مسلمانوں کو ایک عظیم قوت بنانے کے لیے اپنی روحوں کو دوبارہ تسخیر کر کے ان عظیم روایات اور اصولوں پر سختی سے جم جانا چاہیے جو ان کے زبردست اتحاد کی بنیاد ہیں۔

(اجلاس مسلم لیگ لکھنو ۱۵-اکتوبر ۱۹۳۷ء)

قائداعظمؒ .... شخصیت کے چند تابناک پہلو

قدرت اللہ شہاب

جموں و کشمیر میں جب شیخ محمد عبداللہ صاحب نے مسلم کانفرنس سے ناطہ توڑ کر نیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی تو ریاست کے مسلمانوں کے لیے یہ بڑی تشویش اور آزمائش کا لمحہ تھا۔ انڈین نیشنل کانگریس کے تمام وسائل مہاتما گاندھی ساری مقناطیسی کشش اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی سیاسی مہارت شیخ صاحب کے ایک ایک اشارے پر خدمت اور امداد کے لیے حاضر تھی۔ اس وقت جبکہ چودھری غلام عباس صاحب مسلم کانفرنس کے بکھرے ہوئے شیرازے کو از سر نو منظم کرنے کی تگ و دو میں مصروف تھے تو ان کی ہمت بڑھانے اور ان کی دشوار گزار منزل کو اپنی رہنمائی کی مشعل سے روشن کرنے کے لیے قائداعظم بھی بہ نفسِ نفیس جموں تشریف لائے۔

وہاں ان کا پُر جوش استقبال ہوا اور شہر کی چیدہ چیدہ راہ گزروں پر ان کا نہایت شاندار جلوس نکالا گیا۔ جب یہ جلوس ریذیڈنسی روڈ سے گزر رہا تھا تو مجھے دور سے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی پہلی جھلک نظر آئی۔

ایک کھلی چھت کی موٹر کار میں قائداعظم اور چودھری غلام عباس شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ آگے پیچھے دائیں بائیں رضا کاروں اور جان نثاروں کے پہرے لگے ہوئے تھے اور چاروں طرف دور دور تک مسلم کانفرنس کے نام لیواؤں کا ہجوم ہی ہجوم نظر آتا تھا۔ اللہ اکبر، زندہ باد کے نعرے فضا میں گونج رہے تھے اور قائداعظم مسکرا مسکرا کر دایاں ہاتھ پیشانی تک اٹھا کر لوگوں کے سلام و نیاز کا جواب دے رہے تھے۔ کبھی جب جوش و خروش حد سے زیادہ بڑھ جاتا تو قائداعظم اپنا بازو چودھری صاحب کے بازو میں ڈال کر سر کی ہلکی سی جنبش سے ان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں یہ چودھری غلام عباس ہیں۔ مجھے ان پر انتہائی اعتماد ہے جتنا کہ آپ کو بھی ہے۔ قائداعظم کے سر کی جنبش دیکھ کر سارے کا سارا مجمع اور بھی جوش میں آ جاتا تھا اور آس پاس کی فضا قائداعظم زندہ باد، چودھری غلام عباس زندہ باد کے نعروں سے گونجنے لگتی تھی۔ عوام الناس کی عقیدت اور قائداعظم کی خوشنودی کے اس مظاہرے پر چودھری صاحب دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر عجز و انکساری سے سر جھکا لیتے تھے۔ جموں کی سڑکوں نے یہ جاں پرور نظارہ کئی گھنٹے تک دیکھا۔ قائداعظم کے اس دورے کے جلوس کے بعد مجھے ان کی دوسری زیارت نئی دہلی میں نصیب ہوئی۔

1946ء کے وسط میں جب یہ ظاہر ہو گیا کہ ہندوستان کی تقسیم ناگزیر ہے اور پاکستان کا قیام بھی اٹل ہے تو کانگریس ہائی کمان نے ہندو اکثریت کے صوبوں کے

لیے طرح طرح کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔اس زمانے میں میری پوسٹنگ اڑیسہ کے دارالخلافہ کٹک میں تھی اور میں وہاں پر ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ڈپٹی سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔صوبہ اڑیسہ میں کانگریس کی وزارت برسرِ اقتدار تھی اور شری ہری کرشن مہتاب وزیر اعلیٰ تھے۔

مہتاب صاحب بڑے نیک دل، بے تعصب اور منصف مزاج انسان تھے۔ جس وقت سارا ہندوستان ہندو مسلم فسادات کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا اڑیسہ ان چند خوش قسمت علاقوں میں سے تھا جو اس ہولناک آگ کے شعلوں سے کافی حد تک محفوظ رہے تھے۔اس کی بڑی وجہ مسٹر ہری کرشن مہتاب کی اپنی بے تعصبی تھی۔اس زمانے میں اڑیسہ کا چیف سیکرٹری آئی سی ایس کا ایک انگریز افسر مسٹر کیمپ تھا۔یہ صاحب عجیب ذات شریف تھے۔اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان پر انگریزی سلطنت کا سورج غروب ہو رہا ہے لیکن اس کا دل اس حقیقت کو قبول کرنے سے سراسر انکار ہی انکار کرتا رہا تھا۔گومگو کے اس عالم میں ان کا ذہن پریشانی اور ان کے دفتری کام انتشار میں بُری طرح مبتلا رہتے تھے۔مہتاب صاحب اگر چاہتے تو چشم زدن میں مسٹر کیمپ کی جگہ کسی اور اچھے افسر کو چیف سیکرٹری کے عہدے پر فائز کر سکتے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ آئی سی ایس انگریز افسر اب محفل چراغ سحری ہیں اس لیے وہ از راہ مروّت طرح دیتے گئے اور مسٹر کیمپ بدستور ان کے چیف سیکرٹری رہے۔البتہ شری ہری کرشن مہتاب نے چپکے سے مجھے ہدایت کر دی کہ چیف سیکرٹری کو آرام سے اپنے دن پورے کرنے دو اور ان کا ضروری اور اہم کام حکمت عملی سے تم خود دیکھتے رہو۔خاص خاص کاغذات اور فائلیں تم ہی میرے پاس لے کر آیا کرو۔

مجھے ڈر تھا کہ وزیر اعلیٰ کے ساتھ ڈپٹی سیکرٹری کے براہ راست رابطے کا شاید چیف سیکرٹری بُرا منائیں لیکن عضو معطل بن کر الگ تھلگ پڑے رہنا غالباً مسٹر کیمپ کو بھی راس آیا۔ایک روز عجیب سی میٹھی میٹھی تلخی کے ساتھ انہوں نے مجھے کہا''مجھے تبخیر معدہ کی شکایت تھی اب بہت افاقہ ہے۔''

''مبارک ہو''میں نے رسماً کہا، کس کا علاج ہے؟''

مسٹر کیمپ نے بے ساختہ جواب دیا''تمہارا''

میں نے تعجب سے پوچھا''وہ کیسے؟''

مسٹر کیمپ بولے''تمہاری حرکت سے اب ہر روز کانگریسی وزیر اعلیٰ کی صورت نہیں دیکھنی پڑتی۔''

ان دنوں تقریباً ہر ماہ کسی نہ کسی جگہ کانگریس ہائی کمان کے خفیہ اجلاس ہوا کرتے تھے۔شری ہری کرشن مہتاب کا قاعدہ تھا کہ وہ جب بھی دوروں سے واپس آتے تو کاغذات کی ایک کالے رنگ کی آہنی صندوقچی جو اکثر ان کے ساتھ رہا کرتی تھی بمع چابی میرے حوالے کر دیتے اور کہتے: سرکاری اور سیاسی کاغذات کو چھانٹ کر الگ الگ کر لینا۔ سرکاری کاغذ دفتر لے جانا۔سیاسی کاغذ پانڈے جی کے حوالے کر دینا۔شری دیش راج پانڈے ایک فربہ اندام لیکن نحیف الدماغ کٹر ہندو کانگریسی تھے جو مہتاب صاحب کے پولٹیکل سیکرٹری کہلاتے تھے۔ ان کی تنخواہ جو صوبائی کانگریسی کمیٹی سے ملا کرتی تھی بہت قلیل تھی۔اس لیے وہ اکثر دھمکی آمیز لہجے میں مجھے طعنہ دیا کرتے تھے۔ ''شہاب جی ذرا سوچو تو مہتاب جی کی تو عقل ماری گئی ہے۔کانگریس کے سارے خفیہ کاغذات آپ کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔آپ آدمی تو اچھے ہیں لیکن مسلمان ہیں

اس لیے پاکستانیے ہیں۔ پانڈے جی کو جب بھی موقع ملتا وہ کرید کرید کر مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ کہیں میں مہتاب صاحب کے سیاسی کاغذات تو نہیں پڑھا کرتا۔ ایک بار جب انہوں نے کوئی خاطر خواہ جواب لینے کے لیے بہت ہی اصرار کیا تو میں نے کہا ''پانڈے جی ایسی باتیں پوچھا نہیں کرتے۔''

''کیوں نہ پوچھیں'' پانڈے جی نے زور دے کر کہا۔ ''اس لیے کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں کاغذات نہیں پڑھتا تو آپ کو یقین نہیں آئے گا اور اگر میں کہوں پڑھتا ہوں تو آپ شور مچائیں گے اور شکایتیں لگائیں گے۔''

حقیقت یہ ہے کہ میں مہتاب صاحب کے تمام سیاسی کاغذات نہایت ذوق شوق سے پڑھا کرتا تھا! ور کسی کسی اہم دستاویز کی نقل بھی اپنے پاس رکھ لیا کرتا تھا۔

ایک بار جب وزیر اعلیٰ کانگریس کی ہائی کمان کی میٹنگ میں شرکت کر کے واپس آئے تو ان کی صندوقچی سے ایک لفافہ برآمد ہوا جس پر کئی جگہ ''بے حد خفیہ'' (Top Secret) اور ''صرف مکتوب الیہ اپنے ہاتھ سے کھولے'' کی بڑی بڑی مہریں ثبت تھیں۔ اندر ایک نو دس صفحات کا خط تھا جس میں کانگریس ہائی کمان نے اپنے صوبائی وزرائے اعلیٰ کے نام نہایت مفصل ہدایات جاری کی تھیں جن کا لب لباب یہ تھا کہ پاکستان کا قیام ناگزیر ہے۔ ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگریسی وزارتوں کو فوراً ہی حفاظتی اور دفاعی تدابیر پر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے مسلمان افسروں کو کلیدی عہدوں سے تبدیل کر دیں۔ پولیس کے مسلمان عملے کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں تھانوں سے ہٹا کر پولیس لائن میں رکھیں۔ جہاں تک ہو سکے ان لوگوں کو غیر مسلح رہنے دیں۔ جن صوبوں میں ایسی ملٹری پولیس موجود ہے جن کے گھڑ سوار مشرقی سرحدی صوبے سے بھرتی کیے گئے ہیں ان کے رسالوں کو جلد از جلد توڑ دیا جائے۔ آئندہ سے اس قسم کے دستوں میں صرف ہندو سپاہی بھرتی کیے جائیں۔ بڑے بڑے زمینداروں، تاجروں اور صنعت کاروں کے مال واملاک کی اصلی دستاویزات کو محکمہ مال اور دوسرے محکموں کی تحویل میں مقفل رکھا جائے۔ آئندہ ہدایات جاری ہونے تک ایسی دستاویزات کی نقول دینے میں جلدی نہ کی جائے وغیرہ۔

کانگریس ہائی کمان کے اس خفیہ مراسلے کو پڑھ کر میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ پاکستان تو مسلمان اکثریت کے صوبوں میں بنے گا۔ پھر ہندو اکثریت کے صوبوں میں کس طرح کی حفاظتی اور دفاعی تدبیروں کی ضرورت ہے، جن پر عمل کرنے کے لیے پولیس کے مسلمان عملے کو غیر مسلح کر کے لائن حاضر کرنا اس قدر ضروری ہو گیا۔ مسلمانوں کی زمینداریوں، فیکٹریوں اور تجارتی فرموں کی اصل دستاویزات کو دفتروں میں دبا کر رکھنا چہ معنی دارد؟

جب اس قسم کے خیالات نے ابھر ابھر کر مجھے پریشان کیا تو ایک روز میں نے دس دن کی چھٹی منظور کروائی۔ بہت سی کانگریسی دستاویزوں کی نقول کو سمیٹا جو پہلے سے میرے پاس جمع تھیں۔ اس تازہ ترین خفیہ خط کا اصل مراسلہ جیب میں ڈالا اور اللہ کا نام لے کر دہلی روانہ ہو گیا۔ نئی دہلی پہنچ کر قائداعظم کی جائے قیام کا طواف شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ قائد بے حد مصروف ہیں۔ مسلم لیگ کے کئی مشہور لیڈر کئی دنوں سے آئے بیٹھے ہیں لیکن انٹرویو کی باری تک نہیں آئی۔ بارے دو تین روز کی تگ و دو کے بعد مجھے رسائی حاصل ہوئی۔ ہدایت ملی کہ پندرہ

منٹ سے زیادہ اندر ٹھہرنے کی کوشش نہ کروں۔

کمرے میں قائداعظم براؤن رنگ کا دیدہ زیب سوٹ پہنے اور ایک شیشے والی عینک لگائے کچھ پڑھ رہے تھے۔میں میز کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔سلام کیا تو عینک اتار کر میری طرف دیکھا اور انگریزی میں کہا ''ویل جو کہنا ہے جلدی کہو'' میں نے کچھ کہے بغیر کاغذوں کی فائل ان کے سامنے رکھ دی۔شروع میں کچھ نقلیں تھیں۔ قائداعظم نے کسی قدر بے زاری سے سرسری طور پر انہیں دیکھا اور جلد جلد ورق الٹتے رہے۔جب کانگریس کے ہائی کمان کے خفیہ ترین مراسلے کی اصل دستاویز سامنے آئی تو ٹھٹھک گئے اور میری طرف گھور کر دیکھا اور کہا ''بیٹھو''

میں شکریہ ادا کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔قائداعظم غور سے مراسلہ پڑھنے لگے۔ ایک دفعہ پورا پڑھنے کے بعد اس کے چند حصوں کو دوبارہ دیکھا اور فرمایا ''یہ دستاویز کیسے ملی؟''

میں نے مختصر طور پر سارا واقعہ سنایا۔

''کیا میں اس خط کی نقل بنوا کر رکھ سکتا ہوں؟'' قائداعظم نے پوچھا۔

''جناب نقل کیسی؟'' میں نے عرض کیا۔''میں یہ اصلی دستاویز آپ ہی کے لیے لایا ہوں۔قبول فرمائیں۔''

''تھینک یو'' قائداعظم نے فرمایا کہ ''تم بے شک جاؤ۔''

میں سلام کر کے کمرے کے دروازے تک واپس پہنچا تو قائداعظم نے پیچھے سے آواز دے کر مجھے روک لیا اور کہا ''کیا تم جانتے ہو یہ حرکت کر کے تم نے کس قسم کا خطرہ مول لیا ہے؟''جی جناب اور بالکل بہ قائمی ہوش و حواس میں نے قانونی اصطلاح استعمال کی۔قائداعظم مسکرائے ''ویل بوائے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔''

قائداعظم سے میری آخری ملاقات 1948ء کے شروع میں ہوئی۔ جب چودھری غلام عباس مرحوم کشمیر کے زنداں خانے سے رہا ہو کر آئے تو سیالکوٹ سے سیدھے کراچی تشریف لائے۔ان دنوں میرا قیام لارنس روڈ پر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں تھا۔اس فلیٹ میں دو کمرے اور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔دونوں کمروں میں فرشی بستر لگے ہوئے تھے اور کوئی بیس بائیس دوست اور عزیز جو چاروں طرف سے مہاجرین ہو کر آئے ہوئے تھے وہاں فروکش تھے۔اس بے سروسامانی کے ماحول میں چودھری مرحوم تشریف لے آئے۔ہم نے فلیٹ کی ایک چھوٹی کوٹھڑی میں چودھری صاحب کا بستر لگا دیا اور جانماز بچھا دی۔ظہر کی نماز کا وقت تھا۔نماز سے فارغ ہوتے ہی چودھری صاحب نے گورنر جنرل ہاؤس فون کر کے اے ڈی سی کو کراچی اپنی آمد کیا طلاع دی۔کوئی دس منٹ گزرے ہوں گے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور اے ڈی سی نے کہا: قائداعظم فون پر چودھری صاحب سے بات کریں گے۔

کوئی چھ منٹ تک قائداعظم نے چودھری صاحب سے فون پر بات چیت کی۔ قائداعظم کا ایک جملہ جو دور بیٹھے بھی ہمیں بار بار سنائی دیا یہ تھا ''ویلکم عباس ویری ویری ویلکم'' اگلے روز کے لیے قائداعظم نے چودھری صاحب کو لنچ پر مدعو کیا۔ اس روز قائداعظم کراچی کے قریب ملیر کی بستی میں جا کر ٹھہرے ہوئے تھے۔جب لنچ پر جانے کا وقت آیا تو میں نے اپنی گاڑی نکالی۔یہ ایک سیکنڈ ہینڈ پھٹیچر کار تھی جو چلتی کم تھی اور رکتی زیادہ تھی۔ایک دفعہ رک جائے تو دھکا لگائے بغیر سٹارٹ نہیں ہوتی تھی اور جب

اسٹارٹ ہوتی تھی تو موٹر رکشا کی طرح گونج دار شور شرابا کیا کرتی تھی۔ چلنے کو تو میں چودھری صاحب مرحوم کو اس کار میں بٹھا کر ملیر کے لیے روانہ ہو گیا لیکن مجھے مسلسل یہی دھڑکا لگا رہا کہ اگر کہیں یہ کار قائداعظم کے بنگلے میں داخل ہو کر رک گئی تو پھر اسے دوبارہ چلانے کے لیے دھکے کون لگائے گا۔

ملیر میں قائداعظم بہاولپور کے نواب صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہم وقت سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ پورچ میں جا کر گاڑی روکی تو ایک اے ڈی سی بھاگا ہوا آیا اور چودھری صاحب سے کہا کہ آپ ابھی گاڑی میں بیٹھے رہیں قائداعظم خود پورچ میں آ کر آپ کا استقبال کریں گے۔

یک نہ شد دو شد مجھے تردد ہوا کہ اب قائداعظم بھی اس کار کی پھٹ پھٹ سنیں گے؟ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ انجن بند کر دوں یا چلتا رکھوں کہ یکا یک قائداعظم محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ تشریف لے آئے۔ میں بھی تعظیماً کار سے نیچے اتر آیا تو قائداعظم نے دیر تک چودھری غلام عباس مرحوم کو گلے لگائے رکھا۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ پاکستان کی جڑیں مضبوطی اور گہرائی کے ساتھ قائم کردی گئی ہیں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تُو ہی نے یہ آزاد و خود مختار سلطنت ہمیں عطا کی ہے تُو ہی یہاں کے باشندوں کو مصائب و آلام برداشت کرنے کی ہمت دے اور صبر و استقلال عطا فرما، اور انہیں صلاحیت بھی دے کہ ہر قسم کے اشتعال کے باوجود پاکستان کی خاطر اس کے امن و امان کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہیں۔

(اخباری بیان ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء)

مزارِ قائد......فنِ تعمیر کا حسین شاہکار

شیخ نوید اسلم

کراچی شہر میں بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی پیدائش ہوئی اور اسی بارونق شہر میں آپ 11 ستمبر 1948ء کو اپنی آخری منزل کو روانہ ہوئے۔ جناب قائد کو کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا اور آپ کا خوبصورت مزار شہر اور اہل شہر کے لیے دل وجان کی حیثیت رکھتا ہے۔

مزار قائد تقریباً چھ لاکھ مربع گز کے رقبہ پر کراچی شہر کے قلب میں واقع ہے۔ اس کا احاطہ چھ ہزار سوفٹ طویل، چھوٹی چار دیواری پر مشتمل ہے۔ اس چار دیواری پر لوہے کی خوبصورت جالیاں نصب ہیں۔

مزار قائد کے احاطہ میں داخل ہونے کے لیے چار بڑے دروازے ہیں۔ ایک دروازہ صرف غیر ممالک کے سربراہوں اور اعلیٰ سرکاری حکام کی آمد پر کھلتا ہے۔ دوسرا بڑا دروازہ جو ایم اے جناح روڈ پر واقع ہے، صبح 9 بجے سے 10 بجے شب تک کھلا رہتا ہے۔ اس بڑے دروازے سے طویل سیڑھیوں تک 15 تالاب بنے ہوئے ہیں۔ ہر تالاب 28 فٹ چوڑا اور 50 فٹ لمبا ہے۔ ہر ایک کی گہرائی تین فٹ ہے۔

ہر تالاب میں دو خوبصورت فوارے ہیں اور ہر فوارے کی لمبائی چار فٹ ہے۔ تالابوں کے دائیں بائیں چھوٹے بڑے 120 درخت ہیں۔ ہر درخت کے نیچے دائیں بائیں دو چھوٹی سُرخ لائٹیں نصب ہیں۔

مزار قائد کا خوبصورت نمونہ بمبئی کے مشہور ماہر تعمیرات مسٹر یحییٰ مرچنٹ نے تیار کیا اور مزار قائد کا سنگ بنیاد 8 فروری 1960ء میں رکھا گیا۔ مزار کی تعمیر کے پہلے مرحلہ میں اڑھائی سوفٹ وسیع چبوترا تعمیر ہوا جس کے تہ خانے میں اصل مزار محفوظ کر دیا گیا۔ یہ تہ خانہ ایک سو چودہ فٹ گہرا ہے۔ مقبرے کی بنیادوں میں 23 مارچ 1940ء کی قرار داد پاکستان (لاہور) کی دستاویزات اور قائداعظم کی مختصر سوانح عمری بھی لکھی ہوئی ہیں۔ مزار قائد کا گنبد سطح زمین سے 125 فٹ بلند ہے۔ آپ کی اصل قبر سنگ مرمر کی ہے جس پر قرآنی آیات کندہ ہیں اور مزار کے ہال کے چار بڑے اور چار چھوٹے دروازے ہیں۔ مقبرے کے گنبد کی تعمیر پر تقریباً چھ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ مقبرے کے مرکزی ہال میں ٹھوس چاندی کا 13 فٹ لمبا اور 10 فٹ چوڑا خوبصورت جالیوں کا بنا ہوا کٹہرا نصب ہے۔ جس کے تقریباً 2 فٹ کے فاصلے پر پیتل کی خوبصورت جالیوں کا 21 فٹ 18 انچ لمبا اور 17 فٹ 4 انچ چوڑا کٹہرا ہے۔ چاندی کے کٹہرے کی حفاظت کے لیے اس کے اطراف میں نصب کیا گیا ہے۔ چاندی کے کٹہرے کا وزن 18 ہزار تولہ اور مالیت تقریباً 2 لاکھ 25 ہزار روپے ہے۔

مزار کے مرکزی ہال میں گنبد کے بیچ ایک انتہائی خوبصورت فانوس لگایا گیا ہے۔ یہ فانوس پاکستان کے عظیم دوست ملک چین کے سابق وزیراعظم جناب چواین لائی نے اپنے عوام کی طرف سے خاص طور پر مزار قائد کے لیے بطور تحفہ حکومت پاکستان کو 20 جنوری 1971ء کو پیش کیا۔ فانوس کی لمبائی تقریباً پندرہ فٹ ہے اور اسی کا وزن تین ٹن ہے۔ فانوس کے نچلے حصے میں لگے ہوئے ستاروں کی تعداد سترہ

ہے۔ یہ فانوس صحیح معنوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ مزار کا اندرونی قطر 75 فٹ اور بیرونی قطر 72 فٹ ہے۔ مزار پر روشنی پھینکنے کے لیے لائٹ کے تقریباً 9 فٹ بلند لوہے کے چار ٹاورز ہیں۔ دو ٹاوروں میں بارہ بارہ سرچ لائٹیں اور دوسرے دو ٹاوروں میں سات سات سرچ لائٹس ہیں۔ چاروں ٹاور مزار کے چاروں کونوں پر تقریباً سو فٹ کے فاصلے پر نصب ہیں۔ مزار قائد کی عمارت کی صفائی کے لیے ایک خاص مشین درآمد کی گئی ہے جس کی مالیت 25 ہزار روپے کے قریب ہے۔

مزار کی دیکھ بھال کے لیے دفتری عملہ ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ مزار قائد پر بری، بحری اور فضائی افواج کے دستے باری باری چار چار ماہ تک پہرہ دیتے ہیں۔ 15 جنوری 1971ء کو سب سے پہلے پاک بحریہ کے محافظ مزار قائد پر متعین کیے گئے تھے۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

آیئے ہم اپنی عظیم قوم اور اپنی خود مختار مملکت پاکستان کی تشکیل وتعمیر کے لیے کچھ تدبیر کریں۔ اب یہ ہر مسلمان مرد و زن کے لیے سنہری موقع ہے اور اس کی خوش قسمتی بھی ہے کہ وہ اپنے حصّے کا بھرپور اور مکمل کردار ادا کرے، بڑی سے بڑی قربانیاں دے اور پاکستانی قوم اور ملک کو دنیا کی عظیم ترین قوم بنانے کے لیے مسلسل ان تھک شبانہ روز محنت کرے۔ اب پاکستان، اس کی لاج اور ترقی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بلاشبہ ہم میں بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں۔

(نشری بیان ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

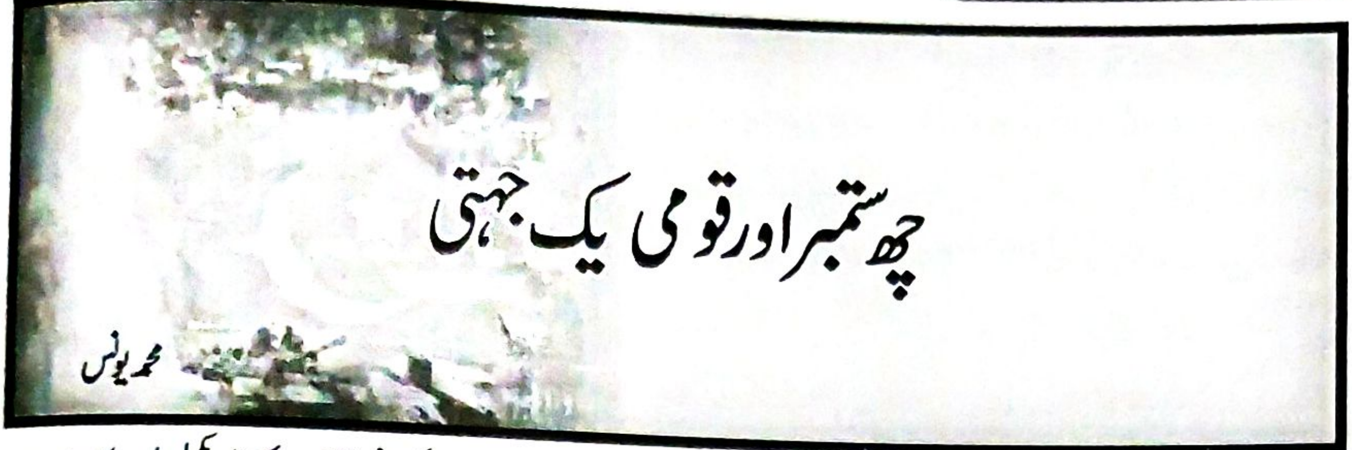

چھ ستمبر اور قومی یک جہتی

محمد یونس

پاکستان دنیا کی واحد مملکت ہے جو ایک نظریے کے تحت وجود میں آئی اور باقاعدہ اس کی جغرافیائی سرحدوں کا تعین کیا گیا، گو کہ جغرافیائی تقسیم کرتے وقت مکار ہندو نے انگریز کو پُرفریب مراعات کا لالچ دے کر اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر اسے ہندوستان کا گورنر جنرل بننے پر رضامندی ظاہر کی، جس کے پیشِ نظر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی تقسیم کرتے وقت مسلمانوں کی اکثریتی آبادی والے علاقوں کو بھارت میں شامل کر کے پاکستان کے وجود کو مسلسل خطرے سے دوچار کر دیا۔

قیام پاکستان کو ابھی صرف ایک سال کا قلیل عرصہ ہی گزرا تھا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی رحلت کا ناقابلِ تلافی صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ ابھی قوم اس صدمے سے پوری طرح سنبھلنے نہ پائی تھی کہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت نے کشمیر کے محاذ پر جنگ مسلط کر کے وطن عزیز کو مشکلات کے بھنور میں دھکیلنے کی ناکام کوشش کی۔

1948ء کی جنگ میں بھارت نے پاکستان پر حملہ آور ہو کر پاکستان کے قیام کی نفی کا اعلان کیا مگر بہادر پاکستانی افواج اور غیور عوام نے اس کی ناپاک سازش اور مکروہ عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

6 ستمبر 1965ء کی صبح ساڑھے تین بجے بھارت نے لاہور پر دو طرف سے بھرپور حملہ کیا۔ اٹاری واہگہ سرحد پر پندرھویں بھارتی انفنٹری ڈویژن نے ٹینک رجمنٹ کے ہمراہ حملہ کیا' جبکہ برکی سیکٹر سے ساتویں بھارتی انفنٹری ڈویژن نے حملہ کیا۔ بھارتی افواج نے طلوعِ آفتاب سے قبل جسٹر واہگہ اور بیدیاں سے سرحد عبور کی۔ پاک فوج قلیل تعداد کے باوجود مکمل عزم اور حوصلے سے ملک کا دفاع کر رہی تھی۔ سورج نکلنے تک جذبۂ دفاع اور شوق شہادت سے سرشار مٹھی بھر مجاہد جسٹر سے دشمن کا حملہ پسپا کرنے اور واہگہ اور بیدیاں میں دشمن کی پیش قدمی روکنے میں مکمل طور پر کامیاب ہو گئے۔ دشمن کو اتنی شدید مزاحمت کی توقع بالکل نہ تھی۔ اسی لیے انہوں نے شام کی چائے لاہور جم خانہ میں پینے کا منصوبہ بنایا تھا اور ذرائع ابلاغ کو پیشگی لاہور پر قبضے کا مژدہ سنایا تھا۔

پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے قوم سے اپنے تاریخی خطاب میں جب یہ جملہ کہا کہ:

''بھارتی ہندو افواج نے اُس قوم کو للکارا ہے جو کہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے والی ہے۔ لہٰذا میرے عزیز ہم وطنو! دشمن پر ٹوٹ پڑو اور اس وقت تک مقابلہ کرو جب تک کہ دشمن کی توپیں خاموش نہ ہو جائیں۔ اسے معلوم نہیں کہ مسلمان اپنے مذہب اور وطن کی خاطر جان بھی قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا کیونکہ دشمن سے جنگ لڑتے ہوئے مرنے والے

شہید ہوتے ہیں اور ہر مسلمان کی یہ خواہش اور آرزو ہوتی ہے کہ اسے شہادت نصیب ہو، اور مسلمان وہ قوم ہے جو موت سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی کہ دوسری اقوام زندگی سے۔لہٰذا غیور پاکستانیو! اٹھو اور جارحیت کرنے والے دشمن کو ایسا سبق سکھاؤ کہ آئندہ کے لیے اسے عقل اور ہوش آجائے۔''

لاہور کے محاذ پر حملے کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں دشمن کے تیرہ شدید حملے بُری طرح پسپا کئے گئے۔ بھارتی جھنجلا کر بار بار حملے کرتے مگر پاکستان کے مجاہدوں نے ہر حملے کو پسپا کیا۔ سترہ دن مسلسل جنگ جاری رہی۔دن اور رات ہمارے غازی برسرپیکار رہے اور خون کے نذرانے پیش کرتے رہے۔

غیر ملکی مبصرین کی غیر جانبدارانہ رائے کے مطابق صرف لاہور کے محاذ پر بھارت کے دو ہزار فوجی ہلاک اور پانچ ہزار سے زائد زخمی ہوئے۔

یہی کیفیت سیالکوٹ کے محاذ پر تھی جہاں پاکستان دفاعی جنگ لڑ رہا تھا۔ یہاں سترہ روزہ جنگ میں بھارت نے پندرہ شدید حملے کئے مگر بھارت کو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑی اور پسپائی کا زخم بھارت کو مدتوں چاٹنا پڑا۔

23 ستمبر کو جنگ بندی کے تین گھنٹے بعد جب برطانوی روزنامہ ''ڈیلی میل'' اور ''دی مرز'' کے نامہ نگار وہاں پہنچے تو وہاں بھارتی فوجیوں کی بکھری ہوئی لاشیں اور جلے ہوئے ٹینک بھارت کی پسپائی کا ثبوت پیش کر رہے تھے۔

کشمیر میں چھمب محاذ سے پسپائی اختیار کرتے ہوئے بھارت نے اپنی فضائی قوت کو بھی جنگ میں دھکیل دیا اور اس کے طیارے زمینی فوج کی مدد کے لیے چھمب کی طرف بڑھے مگر پاک فضائیہ کے شاہین ان کے استقبال کے لیے فضا میں پہلے سے موجود تھے۔

روزنامہ ''دی آبزرور لندن'' کے نامہ نگار پیٹرک سیل نے 12 ستمبر کے شمارے میں لکھا:

''پاکستان کی فضا میں کامیابی یہ ظاہر کرتی ہے کہ نسبتاً مختصر فوج پیشہ ورانہ طور پر ایشیا کی بہترین فوج ہے۔ ہر موقع پر پاکستان ائیر فورس کے بہادر ہوابازوں نے برطانیہ کی گزشتہ جنگ میں حصہ لینے والے برطانوی ہوابازوں سے زیادہ بہادری کے ثبوت پیش کیے''۔

چھ ستمبر کو پاک فضائیہ نے دشمن کے پٹھان کوٹ کے ائیر بیس پر حملہ کر کے 13 طیارے نذر آتش کر دیے جن میں نوگنگ 21 طیارے شامل تھے۔جس کے بعد مگ 21 طیارے جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اس طرح 6 ستمبر کی شام تک دشمن 24 طیاروں سے محروم ہو چکا تھا جبکہ پاک فضائیہ کے دو طیارے اس روز کام آئے۔

7 ستمبر پاک فضائیہ کی تاریخ میں ایک معرکہ الآرا دن تھا۔صرف 18 سال کی عمر کی فضائیہ اپنے سے چار گنا بڑی قوت سے ٹکرا کر فضائی تاریخ میں نئے ریکارڈ رقم کر رہی تھی۔ 7 ستمبر کو پاک فضائیہ نے دشمن کے 31 طیاروں کو زمین بوس کر دیا۔

اس کڑے وقت میں جب پاکستان کی بری اور فضائی افواج سرحدوں پر بے جگری سے وطنِ عزیز کی حفاظت کر رہی تھیں، پاک نیوی پاکستان کی سمندری حدود کی نگہبانی پر مامور تھی۔ پاک نیوی کا مقابلہ اپنے سے کہیں زیادہ مضبوط اور طاقتور بحری قوت سے تھا لیکن عددی برتری کے باوجود پاک بحریہ دشمن پر غالب رہی۔''دوارکا'' کا قلعہ اس کی برتری کا بین ثبوت پیش کر رہا تھا۔سترہ روزہ جنگ میں پاک بحریہ کا انداز جارحانہ رہا اور اللہ کی مہربانیوں سے پاک بحریہ کامیاب و کامران رہی۔

غیر ملکی صحافی اویس کرار نے 22 ستمبر 1965ء کے ٹائم میگزین میں لکھا:

''موت سے آنکھ مچولی کھیلنے والی قوم کو کون شکست دے سکتا ہے۔

شاید میں پاک بھارت جنگ کو یاد نہ رکھ سکوں مگر میں پاکستانی فوج کے افسر کی زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کبھی فراموش نہ کر سکوں گا' جس سے پاکستانی جوانوں کی بہادری اور بے خوفی کا اظہار ہوتا تھا۔ جوان سے لے کر جنرل آفیسر کمانڈنگ تک آگ سے اس طرح کھیل رہے تھے جیسے بچے گلی میں کانچ کی گولیاں کھیلتے ہیں۔ میں نے جنرل آفیسر کمانڈنگ سے پوچھا کہ آپ نے کس طرح اپنے سے کہیں زیادہ بڑے دشمن پر فتح حاصل کی۔ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا کہ اگر حوصلہ، بہادری اور حب الوطنی خریدی جا سکتی تو بھارت یہ بھی حاصل کر لیتا۔''

آیئے چھ ستمبر کے دن یہ عہد کریں کہ ہم وطنِ عزیز کی سالمیت کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے کیونکہ بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا تھا:

''ہم مستقل مزاجی، انتھک محنت اور جذبۂ ایثار سے پاکستان کو انشاء اللہ ایک عظیم ملک بنا دیں گے، پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور زمین پر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو اسے تباہ کر سکے۔''

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

''ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے اتنا ہی زیادہ پاکیزہ اور مضبوط قوم کی حیثیت سے اُبھریں گے، جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔''

لہٰذا وقت کا یہ اہم ترین تقاضا ہے کہ ہم بابائے قوم کے زرّیں اصول ''اتحاد، ایمان، اور نظم'' کو ہر شعبۂ زندگی میں بروئے کار لائیں اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک آزاد، خود مختار اور اسلامی ملک بنائیں کیونکہ مسلم دنیا میں پاکستان کو ایک اسلامی قلعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

بدقسمتی سے آج دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان آباد ہیں انہیں شک کی نظر سے دیکھتے ہوئے ان پر دہشت گردی کا لیبل لگا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس لیبل کو اتارنا ہو گا، اس کے لیے ہمیں من حیث القوم امن کا درس دیتے ہوئے دنیا پر یہ ثابت کرنا ہو گا کہ مسلمان امن پسند قوم ہیں اور اسلام سلامتی کا درس دیتا ہے۔

ہمیں اپنے ملک سے بیروزگاری، غربت، جہالت، پسماندگی، دہشت گردی، منافقت، فرقہ واریت، لاقانونیت کو ختم کرنا ہو گا اور دنیا میں امن کے پیغام کو پھیلانا ہو گا۔

کاش! کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان،

ترجمہ:

''اور آپس میں تفرقہ بازی میں نہ پڑو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔''

اور حدیث مبارکہ:

''مسلمان ایک دیوار کی مانند ہیں جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔'' اور

''مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں جس کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے کے لیے پیش بندی کریں۔ ہمیں باہمی پیار و محبت، اخوت، بھائی چارے، صبر و تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہو گا اور وطنِ عزیز کی بقا، سالمیت اور استحکام کے لیے قائد کے فرمان ''کام، کام اور کام'' پر مکمل یکسوئی کے ساتھ عمل کرنا ہو گا تاکہ ہم اپنے ملک کو معاشی و سیاسی استحکام حاصل ہو اور عوام کو آسودہ زندگی گزارنے کا موقع میسر ہو۔ انشاء اللہ

☆☆☆☆

صدر مملکت کی خدمات اور ان کے خلاف بہتان تراشی

شکیل احمد ملک

سب کی طرح ہم بھی یہی کہتے آئے ہیں "بد سے بدنام بُرا" لیکن سوچئے تو؟ یہ سراسر زیادتی نہیں ہے۔ ہمارے صدر مملکت آصف علی زرداری اس منفرد روایت کا شکار ہونے والے پہلے صدر ہیں۔ ان کے بارے میں بدگمانیوں، ہرزہ سرائیوں، خود ساختہ حکایتوں، من گھڑت مزاحیہ شاعری اور لطائف کا لامتناہی سلسلہ ان کے منصب صدارت سنبھالنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اس کے پس منظر میں کیا عوامل کارفرما تھے یا ہم کس طرح ارادی یا غیر ارادی طور پر اس گناہ بے لذت کے تسلسل کا شکار ہوئے، علیحدہ باب ہے لیکن ایک بات تو طے ہے کہ کسی بھی برائی کو محض سنی سنائی کی بنیاد پر آگے پھیلانے سے نا صرف ہم گناہ کے مرتکب ہوئے بلکہ ہم نے صدر مملکت کی خطاؤں کو نہ صرف دھو دیا ہے بلکہ ان کی نیکیوں کی تعداد میں ان گنت اضافہ بھی کیا ہے۔ بدنامی کا یہ عمل جو بظاہر بڑے پیمانے پر کردار کشی کا باعث ہوتا ہے۔ دوسری طرف ابدی نیک نامی کا سبب بن رہا ہوتا ہے ملک کو قائم ہوئے باسٹھ سال گزر چکے ہیں اور مسائل بھی بڑھ کر اب ناسور کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ مہنگائی، بیروزگاری، دہشت گردی، لوڈ شیڈنگ، بدامنی، اداروں کی پامالی، ناانصافی اور دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کا بھی ذمہ دار صدر مملکت کو قرار دینا صرف بہتان تراشی اور پروپیگنڈا نہیں تو اور کیا ہے اور ان الزام تراشیوں کا اصل فائدہ انہی کو پہنچ رہا ہے۔

صدر آصف علی زرداری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے محض الزام کی بنا پر گیارہ سال قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔ جیل کی زندگی نے ان کی زندگی سوچ، عمل اور عزم میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ بردباری، برداشت، مفاہمت اور احساس ذمہ داری کے وہ جوہر ان میں موجزن ہو گئے ہیں جن کے اثرات ہمیں نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ ان کی گفت گو سے عمل تک یہ عیاں ہو گیا ہے کہ انہیں عوام کے دکھ، درد اور مشکلات کا احساس بھی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا ڈر بھی ہے۔ انہیں شہدائے جمہوریت کی سوچ نظریئے اور مشن کو آگے بڑھانے کی لگن بھی ہے لیکن اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ مفاہمت اور محبت کے ساتھ وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے لیے ساتھ لے کر چلنے کا عزم بھی ہے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی کپڑا اور مکان کا وہ بنیادی فلسفہ روشناس کرایا تھا جس نے غریب عوام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کا دیوانہ بنا دیا لیکن صدر آصف علی زرداری خدمت کے اس عمل کو بہت آگے لے جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے سانحہ کارساز اور لیاقت باغ کے 123 شہداء کے ورثا کو رہائشی فلیٹس فراہم کرنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے جمہوریت کی قربانیوں کو فراموش نہیں کرنا اور ہمیں عوام کی مزید خدمت کرنا ہو گی کیونکہ ہمیں بھی قبر میں جواب دینا ہے۔ انہوں نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں مزید بہتری لانے، اس کو شفاف بنانے اور غریبوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی بھی ہدایات جاری کی ہیں۔ صدر آصف علی زرداری نے سندھ کی پرانی بندرگاہ اور ساحلی علاقہ میں

ذوالفقار علی بھٹو کے نام پر ذوالفقار آباد نامی ایک جدید شہر بسانے کی بھی ہدایت کی ہے جس کا رقبہ دس لاکھ ایکڑ ہوگا۔ اس شہر کی خاص بات یہ ہوگی کہ پاکستان کے ہر علاقے میں بسنے والے پاکستانیوں کو بلاتفریق اس میں بسایا جائے گا۔

صدر آصف علی زرداری نے ملازمین اور کارکنوں کے لیے ایک انقلابی سکیم بھی شروع کردی ہے جس سے کارکنوں کے ہاتھ نہ صرف مضبوط ہوں گے بلکہ شہید ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر بھٹو شہید کے مشن کی بھی تکمیل ہوگی۔ بے نظیر ایمپلائز سٹاک آپشن سکیم کے تحت 80 حکومتی اداروں میں 5 لاکھ سے زائد ملازمین کو 100 ارب سے زائد مالیت کے 12 فیصد حکومتی ملکیتی حصص مفت منتقل ہوجائیں گے۔

صدر مملکت نے بلاتفریق عوام کے دکھ درد کا احساس کیا ہے۔ سوات اور مالاکنڈ میں متاثرین کی امداد سے لے کر بحالی کے عمل تک وہ لمحہ لمحہ خود معاملات کا جائزہ لے رہے ہیں اور متاثرین کو اپنے گھروں میں ہنستا بستا اور آباد دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے معذور اور خصوصی افراد کے لیے خصوصی شناختی کارڈ سکیم بھی شروع کی ہے جن سے وہ اپنی کفالت اور ضروریات پوری کریں گے۔ خصوصی افراد کو اس سکیم کے تحت سرکاری ملازمتوں میں 2 فیصد کوٹا ریل اور ہوائی جہاز کے کرایوں میں 50 فیصد رعایت، انشورنس اور بنکوں سے چھوٹے قرضوں کی سہولت حاصل ہوگی۔ صدر مملکت نے پاکستان کو معذور افراد کے لیے ''دوست ملک'' بنانے کے لیے ہر تین ماہ بعد ان سے ملاقات کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ صدر مملکت کی طرف سے بزرگ اور عمر رسیدہ افراد کے لیے بھی سہولیات اور مراعات کا پیکج دیا گیا ہے۔

صدر مملکت کا سب سے بڑا کارنامہ سوات اور مالاکنڈ سمیت شمالی علاقوں سے دہشت گردوں کا صفایا کرنا ہے جو نہ صرف عوام بلکہ آنے والی نسلوں پر بھی ان کا احسان عظیم ہے۔ صدر مملکت کو بلوچستان کے دکھ درد اور محرومیوں کا بھی شدت سے احساس ہے اور اسی حوالے سے خاصے سنجیدہ دکھائی دیتے ہیں جس طرح انہوں نے اپنی فہم و فراست اور تدبر سے دیگر معاملات کو سنبھالا ہے بلوچستان کے نازک مسئلے کو بھی سنبھال لیں گے۔ انہوں نے بلوچی عوام کو مکا دکھانے کی بجائے ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی بات کی ہے جو بلوچی عوام کے لیے گلابوں کا تحفہ ہے۔

صدر مملکت کے اس عرصۂ حکمرانی میں ان کی ذمہ داری، مفاہمت اور قومی سوچ نے انتقام اور سیاسی رقابت کے منفی جذبات کو زائل کردیا ہے۔ انہوں نے جنرل پرویز مشرف کے خلاف اقدامات کو بھی پارلیمنٹ کے ذمے لگا دیا ہے۔ سابقہ حکومت کے وقت میں شروع کیے گئے بلدیاتی نظام کو ختم کرنے کے سلسلے میں کئی صوبائی حکومتوں کے دباؤ کے باوجود انہوں نے اس معاملے کو افہام و تفہیم سے حل کرنے کے لیے موثر کام کیا ہے۔ صدر آصف علی زرداری نے نا صرف ملکی بلکہ عالمی سطح پر بھی پاکستان کے مسائل کے حل اور بہتر مستقبل کے لیے اقدامات اٹھائے ہیں۔ لوڈشیڈنگ کے مسئلے پر قابو پانے کے لیے تاجکستان سے بجلی لینے، ایران سے گیس کے حصول، فرانس سے ایٹمی ٹیکنالوجی کے لیے پیش رفت کے ساتھ ساتھ چین کے ساتھ پن بجلی کے منصوبوں کو شروع کرنے کے سلسلے میں بھی ٹھوس اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ عالمی سطح پر پاکستان اور اسلام کا صحیح تشخص اجاگر کرنے اور دہشت گردی کے خلاف پاکستان کے موقف کو روشناس کرانے میں بھی صدرِ مملکت نے بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ صدر آصف علی زرداری نے پارٹی اور وزیر اعظم میں اختلافات کے تاثر کو بھی غلط قرار دیا ہے۔ اسلام آباد میں پیپلز پارٹی کے تمام ضلعی عہدہ داروں کا ایک کنونشن جو کہ ایوان صدر میں ہوا بھی صدر مملکت پر اظہار اعتماد کی اعلیٰ مثال تھا۔ اس میں خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت نے یہ گلہ ضرور کیا کہ آمریت کی باقیات پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا کر رہی ہیں اور صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختلافات کی افواہیں پھیلانے والے ناکام ہوں گے۔

انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی تحمل،

دستور کی حکمرانی اور جمہوریت پر یقین رکھتی ہے۔انہوں نے دہشت گردی کے خلاف اپنے عزم اور میثاق جمہوریت پر عمل کرنے کا اعادہ کیا۔صدرزرداری بھٹوخاندان کی قربانیوں پرفخر کرتے ہوئے بلاول بھٹوزرداری، آصفہ بھٹواور بختاور بھٹوکو بھی اس عمل کے لیے مرحلہ وار تیار کر رہے ہیں۔اہم اجلاسوں میں بلاول بھٹو زرداری کی شرکت اور کارکنان سے براہ راست رابطے کے لیے بلاول بھٹو سے ایک ویب سائٹ جاری کروادی ہے تاکہ کارکنوں کے مسائل سے آگاہی اور ان کے حل کے لیے اقدامات کیے جاسکیں۔یہ صدر آصف علی زرداری کی تربیت کا ہی اثر ہے کہ بلاول بھٹوزرداری نے بھی اپنے نانااور ماں کی طرح پسے ہوئے غریب عوام کی فلاح کے لیے ہر قربانی کے لیے خود کو پیش کر دیا ہے۔بلاول بھٹوزرداری نے یہ کہہ کرکہ کارکنوں کی قربانیوں اور جدوجہد کی وجہ سے کل بھی بھٹوزندہ تھااور آج بھی بھٹوزندہ ہے، پارٹی اور کارکنوں میں نئی روح پھونک دی ہے۔

آصفہ بھٹوکا خطاب کہ میری ماں نے جو کہا کر دکھایا اور میرا بھی یہی خواب ہے، پارٹی کے لیے روشن مستقبل کی نوید ہے۔صدر آصف علی زرداری ہدف تنقید بننے کے باوجود ملک اور خود کو بہت سے بحرانوں سے نکالنے میں جس طرح کامیاب ہوئے ہیں اور جس طرح مستقبل قریب میں وہ اقتدار نئی نسل کو منتقل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں ان کی آنکھوں میں ہمت، حوصلے کی چمک اور ان کا عزم ان کی ملک وقوم سے وفاداری کے غماز ہیں۔اللہ تعالیٰ پاکستان اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے اتنا ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت سے ابھریں گے، جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔

(پیغام عید الاضحیٰ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

بلوچستان کی شکایات اوران کا تدارک

عبداللہ فاروقی

وطن عزیز کی سیاسی فضا میں آج کل جن موضوعات اور امور کو نمایاں حیثیت حاصل ہے،ان میں بلوچستان بھی شامل ہے۔ 3لاکھ 47ہزار 190مربع کلومیٹر رقبہ پر مشتمل اس صوبہ کی کل آبادی 1 کروڑ2لاکھ 47ہزار افراد پر مشتمل ہے گویا اوسطاً فی مربع کلومیٹر پر صرف 19افراد آباد ہیں۔تحریک پاکستان میں اس صوبہ کے عوام نے جو سرگرم اور پرجوش سیاسی کردار ادا کیا وہ ملکی تاریخ کا روشن اور منور باب تسلیم کیا جاتا ہے۔بلوچ عوام اپنی روایات کے حقیقی معنوں میں امین اور پاسبان ہیں۔وہ جدید طرز زندگی کی ترغیبات اور جاذبیت سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اس حوالے سے پرانی روایات کو بلاشبہ ایک ایسی جہت دی ہے جو اپنے انداز اور وقار کے تناظر میں قابل تحسین تصور کی جاتی ہے۔

اہل بلوچستان نظریاتی اعتبار سے محب وطن اور وفاق پسند ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے علاقہ اور زمین سے بھی بے پناہ محبت کرتے ہیں اور اس محبت کو وہ اپنا حوالہ اور شناخت خیال کرتے ہیں۔اس طرز احساس کو سیاسی لغت میں قوم پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے البتہ سیاسی مباحث اور مناظرہ میں (کبھی کبھار) یہ اصطلاح ان عناصر کے لیے بدگمانی اور غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہے جو اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ رائے عامہ اور اجتماعی شعور کی ترجمانی اور اظہار سے قومی یک جہتی اور ملکی سالمیت کو استحکام میسر آتا ہے۔سیاست میں اختلاف رائے کا مفہوم دشمنی ہرگز نہیں ہوتا اور جمہوری معاشرہ میں تو یہ (اختلاف رائے) ایک مثبت روّیہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس کو اب حالات کا جبر کہا جائے یا سیاست کی ستم ظریفی کا نام دیا جائے کہ ان دنوں اہل بلوچستان اپنے مسائل اور مشکلات کے حوالے سے کسی حد تک شاکی اور مضطرب دکھائی دیتے ہیں۔یہاں پر شرح خواندگی 29 فیصد، جبکہ شرح غربت 41 فیصد ہے اور نصف سے زائد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔وہ اپنے سیاسی حقوق کے باب میں صوبائی خودمختاری کی بات کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کو 1973ء کے آئین کے مطابق صوبائی خودمختاری دی جائے۔کنکرنٹ لسٹ ختم کی جائے اور مالی معاملات میں مکمل اختیار دیا جائے۔معاشی اور اقتصادی شعبوں میں اپنے وسائل کے تناظر میں وہ اپنا حصہ طلب کرتے ہیں،سماجی سطح پر ان محرومیوں کا ازالہ چاہتے ہیں جو ماضی میں ان سے کا مقدر بنی رہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے ہم وطنوں کے شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم ملکی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے خواہاں ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ صوبہ کے ان معدنی وسائل،خاص طور پر قدرتی گیس سے انہیں بھی مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جائے جن سے پورا پاکستان فائدہ اٹھا رہا ہے۔قدرت نے اس صوبہ کو قدرتی گیس ،تانبہ ،کوئلہ،کرومائیٹ ،سنو،ماربل،کیمیائی لوہا اور چونا جیسی قیمتی معدنیات سے مالا مال کر رکھا ہے۔

بلوچ عوام کو ان دو ہزار سے زائد افراد کی گمشدگی پر بجا طور پر تشویش ہے جو پرویز مشرف دور میں پراسرار طور پر لاپتہ ہوگئے۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی آئندہ نسلوں کو سماجی اور معاشی اعتبار سے ملک کے دوسرے نوجوانوں کی طرح حصول تعلیم اور روزگار کے مواقع میسر آئیں۔ ظاہر ہے کہ ان خواہشات کو اگر سیاسی مطالبات کی کسوٹی پر بھی پرکھا جائے تو پھر بھی ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ بلوچستان میں ترقی اور خوشحالی کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے متعدد منصوبے تیار ہوئے، فنڈز فراہم کیے گئے اور بھرپور اقدامات بھی مشاہدہ میں آئے لیکن بوجوہ ان کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوسکے۔

حیرت انگیز اور دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اہل بلوچستان کی اس سوچ اور طرز احساس کو جو وہ اپنے جائز حقوق کے حوالے سے رکھتے ہیں۔ بعض عاقبت نا اندیش حلقوں کی جانب سے علیحدگی پسندی اور وفاق دشمنی کا نام دیا جاتا ہے۔ سیاسی تناظر میں دیکھا جائے تو اصل بات صرف اتنی ہے کہ اہل بلوچستان کو بعض ایسی شکایات ہیں جن کا تعلق اقتصادی اور معاشی شعبوں سے ہے۔ وہ اپنے صوبے کی ترقی اور خوشحالی چاہتے ہیں (جو یقینی طور پر ان کا حق ہے) اور اس حوالے سے اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ موجودہ حکومت کو بخوبی احساس ہے کہ اہل بلوچستان کے ان جذبات کو حقیقت پسندی سے سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی جو وہ اپنے علاقہ اور اس حوالے سے وطن عزیز کی وحدت اور استحکام کے بارے میں رکھتے ہیں۔ چند مٹھی بھر عناصر نے اپنی سیاسی دکان چمکانے اور ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر بیرون ملک بیٹھ کر خود خواہش کی ہے کہ بلوچستان میں ''احساس محرومی'' کا کارڈ اسی طرح کھیلا جائے جس طرح 70ء کے عشرہ میں مشرقی پاکستان میں کھیلا گیا لیکن کون نہیں جانتا کہ بلوچستان کا جغرافیہ، ثقافتی مزاج اور مذہبی رجحانات یکسر مختلف ہیں۔

بلوچستان کے موجودہ حالات اور غیر ملکی مداخلت کے حوالے سے وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے شرم الشیخ میں بھارتی وزیر اعظم من موہن سنگھ کے ساتھ اپنی گزشتہ ملاقات میں نہایت واضح اور دوٹوک الفاظ میں نشاندہی کی تو نئی دہلی کی پالیسی ساز شخصیات کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔

حکومت نے بلوچستان پر خصوصی توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ اس ضمن میں گوادر پورٹ کو فعال بنایا گیا ہے۔ ایسے حالات پیدا کیے جارہے ہیں کہ ناراض اور باغی سیاستدان وطن واپس آکر قومی سیاسی دھارے میں شامل ہوں۔ حال ہی میں بلوچستان کے بارے میں تشکیل دی گئی پارلیمانی کمیٹی نے بلوچستان میں انتظامی، سیاسی اور امن وامان کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کو اپنی سفارشات پیش کیں۔ وزیر اعظم کو بتایا گیا کہ کمیٹی نے بلوچستان کو ملک کے دیگر حصوں کے برابر لانے اور وہاں پائے جانے والے احساس محرومی کو ختم کرنے کے لیے جامع تجاویز دی ہیں۔ اس موقع پر وزیر اعظم گیلانی نے کہا کہ بلوچستان کے مسئلہ پر کل جماعتی کانفرنس کے لیے قوم پرستوں سے رابطے کیے جائیں۔ طے پایا کہ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کرنے سے قبل حکومت تمام شراکت داروں کو اعتماد میں لے گی۔

سینٹ کے حالیہ اجلاس میں آئینی اصلاحات سے متعلق پارلیمانی کمیٹی اور بلوچستان کے بارے میں قائم وزارتی کمیٹی کے سربراہ میاں رضا ربانی نے کہا ہے کہ وزیر اعظم گیلانی نے مسئلہ بلوچستان کے حل کے لیے پیش کردہ سفارشات منظور کرلی ہیں۔ پارلیمنٹ سے باہر بیٹھے قوم پرست رہنماؤں اور بلوچ قیادت کو اعتماد میں لے کر ان پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ پلاننگ کمیشن میں چاروں صوبوں کی نمائندگی کو یقینی بنانے کے لیے وزیر اعظم نے مساوی نمائندگی کا اصولی طور پر فیصلہ کرلیا ہے۔ چنانچہ وزیر اعظم نے پلاننگ کمیشن کو ہدایات جاری کردی ہیں کہ مذکورہ امتیاز کو ختم کیا جائے۔ بلوچستان میں حالات کی خرابی سے وفاق کے لیے خطرات بڑھیں گے اس فیصلے پر

پوائنٹ سکورنگ نہ کی جائے۔ کسی کو بلوچستان کے زخموں کو ہرا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس وقت ان کو بھرنے کی ضرورت ہے اور مخلوط حکومت نے درست سمت اختیار کرلی ہے۔ کمیٹی کی سفارشات میں بلوچستان کے دیرینہ ایشوز، میگا پراجیکٹس، امن وامان، مالی وسائل کے نکات شامل ہیں اور اب پارلیمنٹ کے باہر قوم پرست رہنماؤں بالخصوص بلوچ قیادت کو اعتماد میں لیا جائے گا۔ بلوچستان میں تعمیر وترقی اور روزگار کے مواقع کی فراہمی کے لیے 80 ملین روپے کے پیکج کا پہلے ہی اعلان کیا جاچکا ہے۔

وطن عزیز کے سیاسی حلقوں میں حکومت کے ان اقدامات کا بجا طور پر خیر مقدم کیا جارہا ہے کیونکہ اس سے نہ صرف اہل وطن کو بلوچستان کے احوال بارے حقائق سے مزید آگاہی ہوگی بلکہ ملک دشمن عناصر کے گمراہ کن پروپیگنڈا کی قلعی بھی کھل جائے گی۔ نہایت وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ بلوچستان اور اہل بلوچستان کو وطن عزیز کے دیگر صوبوں اور عوام کے مزید قریب لانے کے لیے یہ درست اقدام ہے۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

آپ خواہ کسی بھی محکمے میں کام کرتے ہوں، لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ اور سلوک خوش اخلاقی پر مبنی ہونا چاہیے۔ لوگوں کو یہ محسوس کروائیے کہ آپ ان کے ملازم اور دوست ہیں۔ عزت وتکریم، انصاف اور غیر جانبداری کا اعلیٰ ترین معیار قائم کیجیے۔ اپنے عوام کو سمجھنے کی کوشش کیجیے، محبت، شفقت اور ملنساری سے ان کے معاملات سلجھائیے۔ کبھی کبھی کسی ضدی اور باتونی شخص سے مل کر آپ کو تکلیف ہوگی جو بار بار ایک بات کی رٹ لگائے رکھے گا لیکن برداشت کیجیے، صبر وتحمل سے کام لیجیے اور اسے احساس دلائیے کہ اس کے ساتھ انصاف ہوگا، ضرور ہوگا۔

(سرکاری ملازمین سے خطاب چٹاگانگ ۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء)

رینٹل پاور پلانٹس......جتنے منہ اتنی باتیں

سحر صدیقی

ایک طرف اہل وطن بجلی کی قلت سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کررہے ہیں لیکن دوسری طرف بعض عاقبت نا اندیش عناصر اخباری بیانات اور ٹی وی پروگراموں میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ اور غیر حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کرکے اپنی کم علمی، کج فہمی اور تنگ نظری کا بھرپور مظاہرہ کررہے ہیں۔ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے ایک سیاستدان (جو پرویز مشرف حکومت میں شامل رہے اور الیکشن 2007ء میں عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے) برملا کہتے ہیں کہ اگر انہیں وزارت پانی و بجلی کا چارج دیا جائے تو وہ چند دنوں میں بجلی کا بحران ختم کردیں گے۔ ایک اور خودساختہ ماہر نے فیصلہ سنادیا کہ بجلی کا بحران ختم ہی نہیں کی جاسکتا جبکہ اسی قبیل کے دوسرے دانشور نے فرمایا کہ یہ بحران موجودہ حکومت کی نااہلی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ ایک اور ''بقراط'' نے کہا کہ حکومت فوری طور پر ہر دریا اور ہر نہر پر ڈیم تعمیر کرے تاکہ بجلی کا مسئلہ حل کیا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ ان آراء پر یہی تبصرہ کیا جاسکتا ہے کہ بقول شاعر

جتنے منہ، اتنی ہی باتیں ہیں، بڑھے کیوں نہ جنوں
سب نے دیوانہ بنا رکھا ہے، دیوانے کو

عوام اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو یا تو حقائق کا علم نہیں اور یا پھر وہ دانستہ حقائق سے چشم پوشی کرنے کے مرض میں مبتلا ہیں۔ حقائق یہ ہیں کہ اس بحران کی ذمہ دار موجودہ حکومت نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو گذشتہ آٹھ نو سالوں میں اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک رہے، لیکن ایک میگاواٹ اضافی بجلی پیدا کرنے کا بندوبست نہیں کیا اور اقتدار کا تمام عرصہ ذاتی مفادات کے حصول اور تحفظ میں گزار دیا۔ ایک تلخ (مگر انتہائی ناقابل تردید) حقیقت یہ بھی ہے کہ جب واپڈا کے (اس وقت کے) چیئرمین جنرل (ر) ذوالفقار علی خان کو ایک سے زائد مرتبہ ہائیڈل پاور پلانٹ قائم کرنے کے منصوبے پیش کیے گئے تو انہوں نے ان تجاویز کو یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ ایسے منصوبوں کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارے پاس تو اضافی بجلی موجود ہے جو ہم بھارت کو برآمد کرسکتے ہیں۔ اس سے پہلے واپڈا کے چیئرمین جنرل (ر) علی اکبر زاہد تھے جو بجلی کی پیداوار میں اضافہ کے حوالے سے ایسے ہی خیالات رکھتے تھے بلکہ وہ ایسے منصوبوں کو قومی سرمایہ کا ضیاع تصور کرتے تھے۔

1994ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) کی قیادت میں آئی پی پیز لگانے کی حوصلہ افزائی کی جس کے تحت 3 ارب ڈالر مالیت کی غیر ملکی سرمایہ کاری کے نتیجہ میں بجلی کی پیداوار میں 3 ہزار میگاواٹ کا اضافہ ہوا تھا۔ محترمہ شہید کی خواہش تھی کہ بجلی کی فراہمی کے حوالے سے قوم کی آئندہ 100 سال کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی کی جائے تاکہ ترقی اور خوشحالی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔ بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت آئی پی پی قائم کرکے 3 ہزار میگاواٹ بجلی کی پیداوار کو یقینی نہ بناتی تو آج ملک وقوم کو کس قدر سنگین بحران کا سامنا ہوتا۔ بعدازاں ایوان اقتدار میں پہنچنے والوں نے قومی مفادات کے بجائے سیاسی مخالفت اور

تاجرانہ ذہنیت کی بناء پر مذکورہ منصوبوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ حتیٰ کہ بعض منصوبوں کی ذمہ دار کمپنیوں اور اداروں کے خلاف مقدمات قائم کردیے گئے۔ ان حقائق کی بنیاد پر یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ موجودہ بحران کے اصل ذمہ دار بعض نااہل جرنیل اور تاجرانہ ذہنیت کے حامل بعض سیاستدان ہی ہیں۔

جہاں تک موجودہ حکومت کا تعلق ہے تو اس کو یہ مسئلہ اور بحران ورثے میں ملا ہے مگر وہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اپنے تمام میسر وسائل بروئے کار لارہی ہے۔ حقیقت پسند اور اس شعبہ کے رموز سے آگاہ لوگ جانتے ہیں کہ ایک آئی پی پی قائم کرنے کے لیے 3 سے 5 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ جبکہ ایک ہائیڈل پاور پلانٹ کی تنصیب کے لیے 8 سے 10 سال کا عرصہ چاہیے۔ اسی تناظر میں وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے گزشتہ دنوں بجا طور پر کہا تھا ''بجلی کوئی ایسی شے نہیں، جسے کسی دکان سے خرید کر عوام میں تقسیم کردیا جائے۔'' ایسے میں فوری اقدام اور مسئلہ کے بروقت حل کے لیے ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ رینٹل پلانٹ قائم کرنے کا راستہ ہے۔

رینٹل پاور پلانٹس ملک کی قلیل مدتی اور ہنگامی ضروریات پوری کرنے کے لیے لگائے جاتے ہیں اور یہ عموماً دستیاب ٹیکنالوجی پر 4 سے 6 ماہ میں فعال ہوجاتے ہیں۔ کرائے کا دورانیہ ملک کی ضروریات کے مطابق عام طور پر 5 سے 7 برس کا ہوتا ہے۔ اس وقت رینٹل پاور پلانٹس امریکہ، برطانیہ، بھارت، بنگلہ دیش، کویت، سری لنکا، ترکی، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، عراق اور فلسطین میں قائم ہیں۔ بجلی کے نظام میں اس وقت تقریباً 3 ہزار میگاواٹ کی کمی پائی جاتی ہے۔ یہ قلت موجودہ پلانٹس کو بہتر بنا کر یا لائن خسارہ جات کی بچت کے ذریعے نہیں پوری کی جاسکتی۔ یہ بنیادی طور پر پیداواری کمی ہے۔ بہتر انتظام یا Line Losses سے کچھ مدد تو ضرور مل سکتی ہے لیکن یہ مسئلہ کا حل نہیں۔ گویا حکومت کے پاس 2 ہی راستے ہیں یا تو بجلی فراہم کرے یا پھر 8 سے 12 گھنٹے روزانہ لوڈ شیڈنگ کرتی رہے۔ یہ امر قابل تحسین ہے کہ حکومت نے عوام کی مشکلات کو دور کرنے اور مسئلہ کو حل کرنے کے لیے انتہائی جرأت مندی کے ساتھ پہلا راستہ (یعنی بجلی کی فراہمی) اختیار کیا ہے۔

عوام یہ حقیقت ذہن نشین رکھیں کہ گنجائش، سرمایہ پر منافع، قرضوں پر سود، قرض کی ادائیگی اور دیگر مختلف مصارف پر مبنی رینٹل ٹیرف عام آئی پی پی اداروں سے کم ہے۔ رینٹل پلانٹس سادہ سائیکل پلانٹس ہیں اور کمبائنڈ سائیکل پاور پلانٹس جو عموماً آئی پی پیز کے طور پر قائم کیے جاتے ہیں، کے مقابلہ میں زیادہ ایندھن صرف کرتے ہیں۔ تاہم زیادہ تر آئی پی پی پہلے سادہ سائیکل پلانٹس کے طور پر شروع ہوتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ کمبائنڈ سائیکل پلانٹس میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ رینٹل معاہدے آئی پی پیز کی طرح 20 سال کے لیے نہیں بلکہ 3 سے 5 سال کے درمیان ہوتے ہیں اور رینٹل ٹیرف کم ہوتے ہیں لہٰذا کم ٹیرف اور دیگر عوامل کو مدنظر رکھا جائے تو آئی پی پیز کی نسبت رینٹل پاور پلانٹس کی لاگت زیادہ نہیں ہے۔ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ بجلی کے بحران کا فوری طور پر کوئی حل موجود نہیں ہے۔

یہ تاثر بالکل غلط ہے کہ حکومت پاکستان کی ضمانت سے رینٹل پاور پلانٹس قائم کیے جارہے ہیں۔ حکومت پاکستان رینٹل سپانسرز کے دیوالیہ ہونے کی صورت میں تحفظ کی کوئی گارنٹی نہیں دیتی اور تمام رسک (RISK) رینٹل سپانسرز اور قرضہ دینے والوں کو برداشت کرنا ہے۔ سپانسرز قرضوں کے حصول کے لیے اپنا کولیٹرل (پلانٹ اور مشینری پر پہلی تبدیلی، ذاتی ضمانتیں اور اضافی کولیٹرل) فراہم کرتے ہیں لہٰذا حکومت پاکستان کی گارنٹی کے ساتھ رینٹل پاور پلانٹس قائم کیے جانے کا تاثر درست نہیں۔

حکومت پاکستان کے تمام کنٹریکٹ عموماً بینک گارنٹی کے ذریعے 10 سے 15 فیصد

کے درمیان ڈاؤن پے منٹ پر حاصل کیے جاتے ہیں۔ رینٹل پلانٹس کو بینک ضمانت پر 14 فیصد موبی لائزیشن ایڈوانس دیا جاتا ہے اور یہ رقم رینٹل پلانٹس کی طرف سے گرڈ کو دی جانے والی بجلی کے لیے پیپکو/جینکو کے ذمہ رینٹل ادائیگی سے مقابلہ میں ایڈجسٹ کی جاتی ہے۔

یہ تاثر بھی بالکل غلط ہے کہ رینٹل پلانٹس غیر مستعد اور پرانے ہیں اور یہ ناکارہ ہونے پر حکومت کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ گیس سے چلنے والے پلانٹس کے لیے 92 فی صد دستیاب گارنٹی اور آر ایف او پر مبنی رینٹل پلانٹس کے لیے 85 فیصد دستیاب گارنٹی درکار ہے۔ کم وبیش تمام واپڈا پلانٹس اور اکثر آئی پی پیز مقررہ معیار سے زیادہ پیداوار فراہم کر رہے ہیں۔ رینٹل سپانسرز کو اپنی ذمہ داری اور اپنے ہی مفاد میں (جبکہ ان کی فنڈنگ ذاتی ضمانتوں اور اثاثہ جات پر محفوظ ہے) مستعد اور ورلڈ کلاس مضبوط پلانٹس لانا پڑیں گے تا کہ بجلی کی دستیابی کو یقینی بنائیں اور رینٹل کنٹریکٹس کے تقاضے پورے ہوں۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں رینٹل پلانٹس کو بھاری جرمانے ادا کرنا پڑیں گے۔

حکومت پاکستان کسی رینٹل پاور پلانٹ میں نہ تو خریدار ہے اور نہ ہی اس سے اس کا کوئی مالی مفاد وابستہ ہے۔ پیپکو نے واجبات میں 60 دنوں کے اندر تمام رینٹل ادائیگیاں کرنی ہیں۔ درحقیقت رینٹل پلانٹس پیپکو کو کیش فلوٹ فراہم کرتے ہیں۔ حکومت پاکستان رینٹل پلانٹس قائم کرنے کے لیے تقریباً 2 ارب ڈالر فراہم نہیں کر سکتی تھی جو نجی شعبہ نے فراہم کیے ہیں۔ قرضہ فراہم کرنے والے خریدے گئے پلانٹس پر آزادانہ طور پر انجینئرز کے ذریعے ضروری تکنیکی اور دیگر جانچ پڑتال سے مطمئن ہونے کے بعد ہی سرمایہ کی فراہمی پر غور کرتے ہیں۔ ایک جیسے ڈیزائن اور انتظام کے حامل پلانٹس 20 سے 25 سال تک چلتے ہیں لہٰذا تین سے پانچ سال تک کرایہ پر اطمینان بخش انداز میں ان کا چالو رہنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆

ارشادِ قائد

میرا آپ کو مشورہ ہے کہ لیڈروں کے انتخاب میں ہمیشہ احتیاط کریں۔ آدھی جنگ تو لیڈروں کے صحیح انتخاب سے ہی جیت لی جاتی ہے۔

(جلسہ عام حیدر آباد دکن 11 جولائی 1946ء)

قدیم تاریخی شہر......ملتان

نیض باقر

ملتان جسے لوگ مدینۃ الاولیا کے نام سے بھی جانتے ہیں تاریخ میں ایک قدیم شہر ہے۔اس کے بہت سے نام تھے۔اس کا آخری نام جس کے بعد اسے ملتان کہتے ہیں، تھا ''مول استھان''

یہ نام (مول استھان) سورج مندر میں رکھے ہوئے بت کی بنا پر پڑا تھا۔یہ بت ادیتیہ دیوتا کا تھا۔سورج کی پوجا کم وبیش ایشیا کے ہر ملک میں ہوتی تھی۔بابل میں سورج دیوتا کا نام ''بال'' اور عرب میں ''بعل'' تھا۔ ہر مذہب میں سورج کو بہت تقدس حاصل تھا۔ دنیا کے مذاہب کو چھوڑتے ہوئے تمام اہل ''مول استھان'' کا دعویٰ تھا کہ سورج مندر میں پڑا ہوا بت ہی سورج دیوتا کا اصلی بت تھا۔نیا دور آیا تو اس کا نام ''مولستان'' سے ''مولتان'' اور اب ''ملتان'' ہے۔

یہاں پر بہت سے سیاح آئے اور اپنے اپنے اثرات چھوڑ گئے۔''سکندر اعظم'' اور ''ابن بطوطہ'' بھی یہاں پر تشریف لا چکے ہیں ''ابن بطوطہ'' بہت عظیم آدمی ہے۔اس کے بارے میں بتانا بہت ضروری ہے۔

ابن بطوطہ ملتان میں

ابن بطوطہ جس نے پوری دنیا پھری ہے، سلطان محمد تغلق کے دور کا مسلمان ہے۔ وہ ۱۳۴۷ء میں اُچ کے راستے ملتان شہر میں داخل ہوا۔یہاں رہنے کے بعد وہ اپنے خیالات کا کچھ یوں اظہار کرتا ہے:

''یہ صوبہ سندھ کا صدر مقام ہے، سندھ کا امیر الامرا بھی ملتان میں رہتا ہے۔ یہاں سے دس میل پہلے ایک دریا عبور کرنا پڑتا ہے۔یہ بہت گہرا اور دشوار گزار ہے، اس دریا کے آر پار جانا ناممکن ہے۔یہاں لوگوں کے اسباب کا جائزہ لیا جاتا ہے اور ان سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے۔قانون کے مطابق ہر تاجر کو اپنے مال میں سے چوتھائی حصہ اور ہر گھوڑے کے ساتھ دینار دینے پڑتے ہیں۔میں جب دو سال بعد یہاں آیا تو یہ قانون معاف ہو چکا تھا۔اس کے بعد مجھے ملتان سے باہر جانا پڑا۔صبح کے وقت ایک آدمی جسے لوگ دہقان سمرقندین کہتے ہیں، میرے پاس آیا۔یہ آدمی بادشاہ کا وقائع نگار تھا، میں اس کی ہمراہی میں ''حاکم دربار'' میں حاضری کے لیے پھر سے ملتان چلا گیا۔''

اللہ اس شہر اور پاکستان کی ترقی میں اضافہ کرے اور اسے خوشحال بنائے۔

☆☆☆☆

کائناتی اجسام کی دریافت اور تباہی

ڈاکٹر مشیت اللہ خاں

زمین کے مشابہ سیارہ

اکثر و بیشتر ملکی و غیر ملکی اخبارات ورسائل میں کائناتی اجسام کی دریافت و تباہی کے بارے میں خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

مورخہ تین جون 2007ء کے سنڈے ایکسپرپس نے یہ خبر شائع کی کہ وہ سیارے جو ہمارے نظام شمسی سے باہر واقع ہیں فی الوقت ایسے دو صد سینتیس (237) سیارے دریافت ہو چکے ہیں ان میں سے بیشتر گیسی اور مشتری کی طرح دیوہیکل ہیں۔ یہ تمام سیارے کسی نہ کسی ستارے کے گرد گھوم رہے ہیں۔

اُنیسویں صدی میں ماورائے شمسی (زمینی نظام شمسی سے باہر) سیاروں کی تلاش کا مرحلہ شروع ہوا اور 1988ء میں کینیڈا کے فلکیاتی ماہرین بروک کیمبل (Brook Cambel) جی۔ اے ایچ والکر (G.A.H.Wolker) اور ایس یانگ (S.Yong) نے ریڈیل ولاسٹی کا جائزہ لے کر اعلان کیا کہ گاما سیفی (Gama Sephei) نامی ستارے کے گرد ایک سیارہ چکر لگا رہا ہے اور 2003ء میں جدید ترین آلات کی مدد سے کینیڈین فلکیات دانوں کی دریافت کو تسلیم کر لیا گیا اور 2002ء کے بعد سے ہر سال پندرہ تا بیس ماورائے شمسی سیارے دریافت ہو رہے ہیں اور ماہرین کا خیال ہے کہ کائنات میں ہمارے سورج جیسے کم از کم دس فی صد ستارے سیاروں کا نظام رکھتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ماہرین فلکیات نے یہ اعلان کیا کہ ایک اور زمین دریافت ہو گئی ہے یعنی وہ سیارہ جہاں جوہر حیات یعنی زندگی موجود ہو سکتی ہے اور اس دریافت شدہ سیارے کو گلیکسی (GALAXY) 581 سی کا نام دیا گیا ہے اور یہ دریافت ہونے والا پہلا سیارہ ہے جو نظریاتی طور پر قابل رہائش زون میں واقع ہے۔ یعنی وہ اپنے ستارے یعنی سورج سے اتنا قریب نہیں کہ اس کی سطح کی ہر شے بھاپ بن کر اُڑ جائے اور نہ ہی اتنی دور کہ ہر چیز منجمد ہو جائے اس لیے ماہرین کا کہنا ہے کہ گلیکسی GALAXY 581 سی میں سمندر ہونے کا امکان ہے۔ یہ سیارہ زمین سے 20.5 نوری سال کے فاصلے پر ہے اور اس کی سطح کا درجہ حرارت زمین سے ملتا جلتا ہے اور یہ زمین سے پانچ گنا بڑا ہے جبکہ سٹفین اورے (Stephen Owre) کا کہنا ہے کہ اگر گلیکسی 581 سی (Galaxy-581-C) کی سطح چٹانی ہوئی اور اس کے قلب میں اچھا خاصا لوہا جمع ہوا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ سیارہ زمینی سیارے سے پچاس گنا زیادہ بڑا ہوگا اور اس سیارے کی کشش ثقل زمین کے مقابلہ میں 2.2 گنا زیادہ طاقت ور ہوگی۔ اگر سیارے میں برف ہوئی یا پانی بشکل سمندر موجود ہوا تو اس کا قطر (Radius) زمینی لحاظ سے تقریباً دو گنا زیادہ ہوگا اور کشش ثقل 1.25 گنا زیادہ ہوگی اور ماہرین کے مطابق اس کا درجہ حرارت صفر سے چالیس درجہ سینٹی گریڈ کے درمیان رہتا ہے اور اس کا نصف کرہ ہمیشہ ستارے کی طرف رہتا ہے لہٰذا وہاں چوبیس گھنٹے روشنی رہتی ہے اور دوسرا نصف کرہ ہر وقت تاریک رہتا ہے۔ اس امر کے باعث پہلے نصف کرہ میں شدید گرمی جبکہ دوسرے کرے میں شدید سردی پڑتی ہے اور ان

دونوں کے درمیان آب وہوا کے لحاظ سے متوازن علاقہ واقع ہے، جہاں زندگی پنپ سکتی ہے اس لیے ماہرین کو یقین ہے کہ اس سیارے پر کہیں نہ کہیں پانی ضرور ہوگا اور ایسی جگہ زندگی کا وجود ہوسکتا ہے اور ''ہارورڈ سمتھ سونین فار آسٹرو فزکس'' سے وابستہ امریکہ کے مشہور فلکیات دان ''دیمر ساسیلوف'' کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ آنے والی صدیوں میں انسان ایسا خلائی جہاز تیار کرے گا جو تقریباً روشنی کی رفتار سے سفر کرسکے گا۔ تب عرصہ بیس سال میں گلکسی 581 سی (Galaxy-581-C) پر پہنچنا مسئلہ نہیں رہے گا۔ چونکہ ایسے سیارے اربوں سال زندہ رہتے ہیں۔ لہٰذا زندگی کے لیے شاید زمین سے بھی زیادہ موزوں ہو۔

کرہ ارض یا کائنات کی تباہی

وسطی اور جنوبی امریکہ کے کوسٹاریکا کے پہاڑوں کی ڈھلوانوں کے بیچ علاقہ کو دُنیا ''ماؤنٹ ورڈی'' (Mountwordy) کے نام سے جانتی ہے۔ بادلوں کے غلاف میں لپٹے ان پہاڑوں پر دور تک پھیلے بارانی جنگل قدرتی ماحول میں جانوروں اور پرندوں کا مشاہدہ کرنے کے شوقین لوگوں اور سائنس دانوں کے لیے کسی جنت ارضی سے کم نہیں کیونکہ سبزے سے ڈھکے پہاڑی ڈھلوان اس گھنے جنگل کے طول وعرض میں چھوٹی چھوٹی ندیاں نالے قدرتی چشموں سے بہتے ہوئے جھرنے رواں دواں ہیں جن کی گنگناہٹ کے ساتھ اس پُراسرار جنگل میں چھپے نایاب پرندوں کی پھڑپھڑاہٹ اور سرسراہٹ ایک عجیب صوتی تاثر پیدا کرتی ہے۔ اس بے مثال جنگل کی کوئی بھی جگہ سبزے سے خالی نہیں اور ایسی جگہوں پر بھی پھول کھلے نظر آتے ہیں جہاں ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن لاکھوں سالوں سے اس پُراسرار ماحول کا حصہ رہنے والا ہرلی کوئین فراگ (Frog) رنگ برنگا مینڈک تیزی سے خاتمہ کی جانب گامزن ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے مینڈک گذشتہ دس لاکھ سال سے اس جنگل میں آباد ہیں۔ ان رنگ برنگے مینڈکوں کی کھال میں زیادہ تر پیلا، سرخ اور سیاہ رنگ نمایاں ہوتا ہے اور ان رنگوں کے ہی باعث ماہرین حیاتیات اسے جنگل کا نگینہ قرار دیتے ہیں۔ جنگلی ماحول کے ماہر جے ایلن پاؤنڈرز (J-Allan Pounders) گذشتہ پچیس سالوں سے ان جنگلوں کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ 1988ء میں انہوں نے صرف ایک مینڈک دیکھا تھا اور کم وبیش اسی عرصہ کے دوران انہی جنگلوں میں رہنے والا گولڈن ٹوڈ (سنہرے رنگ کا خشکی پر رہنے والا مینڈک) بھی اس جنگل میں کہیں دکھائی نہیں دیتا اور ماہرین حیاتیات اور دنیا بھر کے پکھتر (75) سائنسدانوں کے زیرنگرانی ہونے والے سروے کی بنا پر رپورٹ تیار کی گئی جو رواں سال کے آغاز میں شائع ہوئی۔ یاد رہے کہ یہ سروے رپورٹ 2007ء میں تیار ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق وسطی اور جنوبی امریکہ میں ہرلی کوئین مینڈکوں کی کل ایک سو دس اقسام میں دو تہائی کا مکمل خاتمہ ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ اس جنگل کے اندر کروڑوں کی تعداد میں جان دار آباد ہیں جن کے لیے یہ ماحول سازگار ہے۔ تاہم اب زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ کے باعث جنگل کی راتیں مزید کم ہوگئی ہیں۔ بخارات اٹھنے کا عمل تیز ہوگیا ہے۔ درجہ حرارت میں تبدیلی کے باعث مینڈکوں میں فنگس (Fungus) کی بیماری پھیل چکی ہے اور ان کی موت کا باعث یہ بیماری ہے جو کہ مینڈک کی کھال پر موجود مساموں کو بند کردیتی ہے اور اب بچ جانے والے مینڈکوں کو وہاں سے نکال کر ایسے علاقوں میں منتقل کیا جارہا ہے جہاں یہ بیماری موجود نہیں۔ لیکن سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ان اقدامات کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا کیونکہ دنیا کا درجہ حرارت بڑھنے سے مستقل طور پر ایسے حالات پیدا ہورہے ہیں جن کے نتیجہ میں مینڈکوں کے علاوہ دیگر جنگلی حیات صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔

گزشتہ صدی میں ہماری زمین کے درجہ حرارت میں اوسطاً تین سنٹی گریڈ سے زائد کا

اضافہ ہو چکا ہے اور اس اضافہ کے اثرات کسی ایک علاقہ تک مخصوص نہیں بلکہ آسٹریلیا کے بارانی جنگلات سے لے کر بحر منجمد شمالی تک ہر جگہ اس اضافی حرارت سے متاثر ہوئی ہے۔ گرمی میں اضافہ کے باعث جانوروں کو اپنے قدیمی ماحول کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ دوسری جانب درجہ حرارت میں اضافہ سے کیڑے مکوڑوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو ڈینگی بخار، برڈ فلو اور ہیضہ جیسی مہلک بیماریوں کا باعث بن رہا ہے اور درجہ حرارت میں اضافہ کے اثرات صرف Mount Wordy (مونٹ ورڈی) تک محدود نہیں۔ برطانیہ میں پائے جانے والے پرندوں میں سے پینسٹھ اقسام نے اپنے معمول سے نو روز قبل انڈے دینے شروع کر دیے ہیں۔ 1971ء سے برطانیہ کے پرندوں کی بہت سی نسلیں رفتہ رفتہ ٹھنڈک اور بلندی کی جانب منتقل ہوتی جا رہی ہیں۔ سپین میں گزشتہ تیس سالوں کے دوران میں تتلیوں کی سولہ اقسام اپنے اصل علاقہ کے محض ایک تہائی حصہ تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں اور کینیڈا میں پائی جانے والی سرخ لومڑی اپنے اصل علاقہ کو چھوڑ کر نو سو کلو میٹر دور شمال میں بیفن کے جزیرے میں آباد ہو گئی ہے۔ مونٹ ورڈی اور اردگرد کے علاقوں میں ان چھپکلی اور سانپوں کی نسلیں خاتمے کے قریب پہنچ گئی جن کا گزارا ہرلی کوئین مینڈکوں پر تھا۔ پیکا (PIKA) خرگوش کی نسل سے تعلق رکھنے والا چھوٹا سا جانور اس گرمی کے باعث موت کی آغوش میں جا رہا ہے۔ امریکہ میں اس جانور کی پچیس اقسام ہیں۔ جن میں صرف نو درجہ حرارت میں اضافہ کی نذر ہو چکی ہیں۔ جبکہ چین (CHINA) میں 'تیان شان' کے پہاڑی سلسلوں میں پائی جانے والی اس جانور کی اقسام میں سے تقریباً آدھی مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔

برفانی ریچھ بحر منجمد میں تیرتے ہوئے بڑے بڑے برف کے ٹکڑوں پر سوار ہو کر سیل (سمندری شیر) کا شکار کرتا ہے اور درجہ حرارت میں اضافہ کے باعث ان تیرتے ہوئے برف کے ٹکڑوں کی تعداد اس قدر کم ہو چکی ہے کہ برفانی ریچھ کو شکار کے لیے طویل سفر طے کرنا پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے خوراک کے حصول کی مشکلات کے باعث برفانی ریچھ کا اوسط وزن 295 کلو گرام سے کم ہو کر 230 کلو گرام رہ گیا ہے اور ان تبدیلیوں کی وجہ سے ریچھ میں بچے پیدا کرنے کی شرح بھی غیر معمولی طور پر کم ہو گئی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین پر ایسی موسمیاتی آفت یعنی درجہ حرارت میں 6.4 سینٹی گریڈ کا اضافہ ہونے سے دس کروڑ سال قبل ڈائنو سار صفحۂ ہستی سے مٹ گئے تھے اور زمین کا درجہ حرارت اگر چھ سینٹی گریڈ بھی بڑھ گیا تو موجودہ زمین دوزخ میں تبدیل ہو جائے گی۔

زمینی عمر کا وہ دور جو ساڑھے چودہ کروڑ سال قبل شروع ہو کر ساڑھے چھ کروڑ سال تک جاری رہا۔ اُس دور میں قطبین پر کوئی برف موجود نہ تھی۔ یورپ اور شمالی امریکہ کا زیادہ تر حصہ سمندروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ کینیڈا کے اوپر سمندروں میں مگرمچھ تیرتے پھرتے تھے اور سمندروں کا پانی انتہائی گرم تھا اور اُس دور میں جانوروں کی ایسی اقسام نے جنم لیا جو شدید گرمی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

یاد رہے کہ ایک صدی قبل زمین کا درجہ حرارت پندرہ سینٹی گریڈ تھا۔ پچھلے ایک سو برس میں اس میں 0.6 ڈگری سینٹی گریڈ اضافہ ہو چکا ہے۔ سائبیریا پگھل رہا ہے اور قطبین پر برف تیزی سے پگھل رہی ہے جس کی وجہ سے سمندروں میں پانی کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لیے ان علاقوں میں شدید بارشیں ہونے لگی ہیں جہاں کبھی کبھار بارشیں ہوا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا بے پناہ اضافہ ایندھن، گیس، پٹرول وغیرہ کا بے پناہ استعمال، فیکٹریوں کارخانوں کا دھواں، گاڑیوں اور سڑکوں میں بے حد اضافہ بھی ایک بڑا عنصر ہے۔

جنگلی حیاتیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ 2100ء تک دنیا میں پائے جانے والے جانوروں کی کل اقسام کا پچاس فی صد تک مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔ درجۂ حرارت میں

اضافہ کے لیے گلوبل وارمنگ (Global-Warming) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور انسان کی مختلف سرگرمیوں مثلاً کارخانوں، فیکٹریوں میں پٹرول، ڈیزل، گیس اور کوئلہ سے چلنے کے علاوہ مختلف اقسام کی گاڑیوں اور موٹرسائیکلوں سے نکلنے والے دھوئیں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے اور یوں فضا میں اضافہ کی آلودگی نے ماحول کو گرم تر کر کے رکھ دیا ہے اور زمین کی گرمی فضا میں زائل نہیں ہوتی۔ جس کے نتیجہ میں سمندر کا درجہ حرارت بھی بڑھتا جارہا ہے اور دنیا میں موسموں کے تغیر و تبدل کی وجہ سے سمندری سیلاب وطوفان اور آندھیاں بڑھتی جارہی ہیں اور مزید سمندری طوفان کی وجہ سے سمندر سے بھی بڑی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہوتی ہے جو ماحول کے درجہ حرارت کو بڑھانے کا سبب بنتا ہے کیونکہ سمندروں کی سطح گزشتہ صدیوں کے مقابلہ میں دُگنی رفتار سے بڑھ رہی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار تمام وقتوں سے 30٪ اور میتھین (Methane) کی مقدار ماضی کی نسبت 130٪ زیادہ ہے۔ اور سطح سمندر میں اضافہ کی موجودہ رفتار سالانہ دو ملی میٹر ہے۔

امریکہ اس وقت 20٪ کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے جبکہ اس کی آبادی دنیا کی آبادی کا صرف 4٪ ہے۔ کینیڈا اور برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک بھی ملک کے ماحول کو صاف رکھنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ ماحولیات کے بارے میں جنوری 2000ء میں ہمارے ملک پاکستان کے بڑے شہروں، کراچی، لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد اور ملتان میں فضائی آلودگی کی سطح عالمی ادارہ صحت کے کم از کم معیار سے بیس گنا زیادہ آلودہ ہے۔ ان اعداد وشمار کے مطابق 1980ء میں ملک بھر میں چھ لاکھ اسی ہزار گاڑیاں تھیں جن کی تعداد 2003ء میں پچاس لاکھ سے تجاوز کر گئی تھی اور یوں آج کا اندازہ بڑی آسانی سے لگایا جاسکتا ہے اور ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کی گاڑیاں امریکی گاڑیوں کی نسبت 25٪ زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتی ہیں اور کرہ ارض پر ان فضائی آلودگی کے مزید اضافے کے باعث خیال کیا جاتا ہے کہ حیوانی حیاتیات کے مکمل خاتمہ کے باعث کائنات تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔

ان سب کے علاوہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق کہکشاں ناقابل یقین رفتار سے کھسکتے جارہے ہیں جو کہکشاں ہم سے قریب تر ہیں یعنی جو دس لاکھ نوری سال کے فاصلہ پر ہیں وہ ایک سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے کھسک رہے ہیں اور جو کہکشاں 25 کروڑ نوری سال کے فاصلہ پر ہیں وہ پچیس ہزار میل فی سیکنڈ کے حساب سے بھاگتے جارہے ہیں کیونکہ یہ تمام دور افتادہ کہکشاں ہم سے بھی دور اور ایک دوسرے سے بھی دور ہوتے جارہے ہیں اس لیے ہوسکتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آجائے جب یہ سب کہکشائیں جا کر التہابی (بھڑکی ہوئی آگ) مادہ میں مدغم ہوجائیں گی تو پورے خلا کا درجہ حرارت ایک ہوجائے گا۔ نہ روشنی رہے گی، نہ زندگی، نہ حرارت، توانائی کا وجود ختم ہوجائے گا کیونکہ ساری کائنات یکساں طور پر منقسم ہو کر پھیل جائے گی اور کائنات باقی نہ رہے گی تو پھر وقت وزماں کی بھی کوئی سمت نہ رہے گی۔ زماں ختم ہوجائے گا اور پھر ایک نئی کائنات کا آغاز ہوگا کیونکہ مادہ ختم نہیں ہوتا اور ایک نقطہ پر اکٹھا ہو کر بگ بینگ کی صورت اختیار کر کے پھٹ جائے گا اور پھر سے زمان اور مکان (Time And Space) وجود میں آجائیں گے۔

☆☆☆☆

مزے مزے کے پکوان

چکن سینڈوچ

اجزا

چکن (بغیر ہڈی)	ایک پاؤ
آلو	چار عدد
ہرا دھنیا	آدھی گڈی
پودینہ	چند پتیاں
چاٹ مصالحہ	ایک چائے کا چمچہ
زیرہ، کالی مرچ	چائے کا ایک چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
ڈبل روٹی	ایک عدد
انڈے	چار عدد
تیل	حسب ضرورت
پنیر	250 گرام
مایونیز	پانچ کھانے کے چمچے

ترکیب

سب سے پہلے چکن ابال کر اس کے ریشے کرلیں۔ ساتھ ہی آلو اور مٹر بھی ابال کر میش کرلیں۔ پھر تمام ہرا مصالحہ کتر کر ڈال دیں۔ ساتھ ہی نمک اور دوسرے مصالحے بھی ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ اب پنیر شامل کر دیں۔ پھر ڈبل روٹی کو تکون کاٹ لیں۔ ایک حصے پر مایونیز لگائیں اور دوسرے حصے پر یہ آمیزہ ڈالیں اور انڈے میں ڈبو کر یعنی تھوڑے سے تیل میں اچھی طرح سینک لیں پھر ٹماٹو کیچپ اور ہرے دھنیے کی چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

☆☆☆☆

وائٹ چکن کڑاہی

اجزا

چکن ایک کلو۔ (چھوٹے پیس)

پیاز 4 عدد۔ (باریک کاٹ لیں)

لہسن کا پیسٹ۔ ایک کھانے کا چمچ۔

ادرک 50 گرام۔ باریک کاٹ لیں۔

ہری مرچ۔ باریک کتری ہوئی 6 سے 8 عدد۔

پسی ہوئی کالی مرچ۔ ایک چائے کا چمچ۔

سفید زیرہ۔ ایک چائے کا چمچ (بھون کر پیس لیں)

پسا ہوا گرم مصالحہ۔ ایک چائے کا چمچ۔

ہرا دھنیا۔ باریک کترا ہوا تھوڑا سا۔

فریش کریم۔ ایک کپ۔

نمک۔ آدھا چائے کا چمچ۔

کوکنگ آئل۔ ایک کپ۔

ترکیب

کڑاہی میں آئل گرم کر کے چکن اور نمک ڈال کر اچھی طرح مکس کر کے پانچ منٹ تک ڈھانپ کر پکائیں۔ اب پیاز، لہسن، کالی مرچ، زیرہ شامل کر کے مزید 15 منٹ پکانے کے بعد ہری مرچیں ڈال کر بھونیں تاکہ مرچوں کا ذائقہ چکن میں بس جائے۔ جب چکن آئل چھوڑ دے تو اس میں فریش کریم ڈال کر 2 منٹ پکائیں اور آخر میں ادرک ڈال کر 2 منٹ کے لیے دم پر رکھ کر اُتار لیں اور ہرا دھنیا چھڑک کر نان اور سلاد کے ساتھ تناول کریں۔ (اس ڈش میں پانی بالکل استعمال نہیں کرنا۔)

☆☆☆☆

سنہرے بالوں کا راز

فائزہ بتول

گذشتہ کئی برسوں سے بالوں کو بلیچ کرنا اور ڈائی کرنا فیشن بن چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مرد سنہری یا بھورے بالوں والی خواتین کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ خواتین اپنے بالوں کا رنگ تبدیل کر کے اپنی کشش میں اضافہ کرتی ہیں۔ بالوں کو بلیچ کرنے کا مقصد ہوتا ہے کہ ان کا اصل رنگ مدہم پڑ جائے یا پھر وہ اس رنگ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جو کہ بلیچ کے بغیر ناممکن ہے۔ کیا یہ کبھی کسی نے سوچا ہے کہ بلیچ بالوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بالکل ٹھیک بلیچ سے بالوں کو نقصان پہنچتا ہے اگر کسی اچھے برانڈ کی کمپنی سے سٹریکنگ کی جائے تو بالوں کو نقصان کم ہوتا ہے۔

بالوں کو سٹریکنگ کرنے یا ڈائی کرنے کے حوالے سے ہم نے مشہور بیوٹیشن مسز وفا سے رائے لی۔ مسز وفا ایک بڑے بیوٹی پارلر کی مالکہ ہیں اور عرصہ اٹھائیس سال سے بطور بیوٹیشن اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ مسز وفا نے بتایا کہ بالوں کو ڈائی کرنے یا سٹریک کرنے کے لیے بالوں کی ساخت کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ کبھی بھی خود سے بالوں کو رنگنے کی کوشش نہ کریں، پہلے کسی اچھی ماہر بیوٹیشن سے اپنے بالوں کی ساخت چیک کروائیں اس کے بعد اچھی کوالٹی کا ہیئر کلر خریدیں۔ مسز وفا نے کہا کہ آج کل مارکیٹ میں سستے ہیئر ڈائی بھی مل رہے ہیں اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ نوجوان بچیاں بھی عام ملنے والا سستا ہیئر ڈائی لے کر گھر میں ہی اپنے بالوں کو مختلف رنگ کر لیتی ہیں۔ یہ طریقہ کار بالکل غلط ہے، ایسا کرنے کی وجہ سے اکثر خواتین اپنے خوب صورت بالوں کو ضائع کر لیتی ہیں۔ مسز وفا نے کہا کہ خواتین بیوٹی پارلرز میں جا کر بھی بغیر معلومات حاصل کیے بالوں کو سٹریکنگ کرانے کے لیے بیٹھ جاتی ہیں اور بعد میں ذمہ دار بیوٹیشن کو ٹھہراتی ہیں۔ مسز وفا نے بتایا کہ بالوں کو رنگنے یا سٹریکنگ کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ جو خواتین بیوٹی پارلرز کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتیں وہ گھر میں اعلیٰ کوالٹی کا سامان خرید کر سٹریکنگ کر سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گھر میں سٹریکنگ کرنے کا سب سے آسان طریقہ فوائل پیپر کے ساتھ سٹریکنگ کرنے کا ہے۔ مسز وفا نے بتایا کہ فوائل پیپر کے ساتھ سٹریکنگ کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ لمبے بالوں پر فوائل پیپر استعمال کرنا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں۔ آپ چھوٹے بالوں پر بھی فوائل پیپر کے ساتھ سٹریکنگ کر سکتی ہیں۔

☆☆☆☆

کپاس کی بیماریاں اور ان کا علاج

آغا جہانزیب

کپاس کی اہمیت ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔کاشت سے برداشت تک اس پر بہت سے کیڑوں کا حملہ ہوتا ہے جو کہ اس کی پیداوار اور معیار دونوں کے نقصان کا سبب بنتا ہے۔ 2005ء سے نان ضرررساں کیڑوں میں ایک اور خطرناک کیڑے یعنی کپاس کی گدھیڑی (Cotton Mealybug) کا اضافہ ہوگیا ہے۔شروع میں اس کا حملہ چند نمائشی پودوں مثلاً گرھل اور لنتانا پر ہوا لیکن بعد میں کپاس پر منتقل ہوگیا اور پچھلے سال کپاس کی فصل کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے کیڑوں میں سرفہرست رہا۔کپاس کی گدھیڑی ہمہ قسم کے کثیر پودوں پر حملہ آور ہوتی ہے۔اس کی مادہ بے پر،مشابہت میں آم کی گدھیڑی کی طرح چپٹی،مگر جسامت میں اس سے کافی چھوٹی ہوتی ہے۔جسم پر سفید موی تہہ کی وجہ سے یہ نظر آتی ہے جبکہ اس کا نر پردار اور جسامت میں نوزائیدہ سفید مکھی کے برابر ہوتا ہے جبکہ جسم کے آخر پر دو لمبے موی دھاگے ہوتے ہیں۔ایک مادہ تقریباً 300 سے 600 تک انڈے دیتی ہے جو پہلے سفید اور بعد میں ہلکے پیلے ہوجاتے ہیں۔ان سے 4 سے 6 گھنٹوں میں بچے نکل آتے ہیں جو 13 سے 30 دن میں بالغ ہوجاتے ہیں۔ گرمیوں میں اس کی افزائش نسل بہت تیزی سے ہوتی ہے جبکہ سردیوں میں سست پڑ جاتی ہے۔کپاس کی فصل کی برداشت پر یہ کیڑا دوسرے متبادل خوار کی پودوں پر منتقل ہوکر اپنا دوران زندگی جاری رکھتا ہے۔سردی کی شدت کے ایام میں یہ زمین پر بھی جڑی بوٹیوں کو اہمیت دیتا ہے۔یہ کیڑا با آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔شروع میں یہ کیڑا کھیتوں کی وٹوں،کھالوں اور خالی پڑی زمینوں پر موجود متبادل خوراکی پودوں سے کھیت کے بیرونی حصوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور بعد میں مختلف ذرائع سے یہ کھیت کے اندرونی حصوں اور دوسرے کھیتوں میں منتقل ہوجاتا ہے۔اس کا حملہ شروع میں ٹکڑیوں اور بعد میں پورے کھیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔اس کے بچے اور بالغ تنے کے ذریعے پودے کے دیگر حصوں تک پہنچ جاتے ہیں۔یہ کیڑا بڑی تیزی سے پودے کا رس چوستا ہے جس سے پھل دار حصے اور پتے کمزور ہوکر گر جاتے ہیں اور پودا ٹنڈ منڈ ہوجاتا ہے مگر پھر بھی کیڑے کی بڑی آبادی اس سے چمٹی رہتی ہے اور اس کے زہریلے مادے کی وجہ سے پودے کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔حملہ اگر فصل کی ابتدائی حالت میں ہوجائے تو چند دن میں فصل کا خاتمہ یقینی ہے۔اس کیڑے پر قابو پانا دوسرے کیڑوں کی نسبت قدرے مشکل ہے کیونکہ طریقہ نقصان ،تیز ترین افزائش،زیادہ تعداد میں تنے اور شاخوں پر موجودگی،کثیر متبادل خوراکی پودے اور بغیر افزائش نسل کا جاری رکھنا جیسے عوامل اسے دوسرے کیڑوں سے منفرد اور ممتاز کر دیتے ہیں۔کھیتوں،ان کی وٹوں،کھالوں اور خالی جگہوں سے جڑی بوٹیاں اور متبادل خوراکی پودے ہاتھ یا جڑی بوٹی مار ادویات (weedicide) سے تلف کردیں۔جن جڑی بوٹیوں یا پودوں پر ملی بگ کا حملہ یا موجودگی ہو انہیں احتیاط سے کاٹ کر پلاسٹک

کے تھیلوں میں ڈال کر آگ لگا دیں یا زمین میں گہرا دبا دیں۔ بہتر ہے کہ ان متاثرہ پودوں کو اکھاڑنے سے پہلے ان پودوں پر اور ان کے نیچے زمین پر سپرے کر دیا جائے۔ اس سے اس کی آبادی کو مزید بڑھنے سے روکنے میں مدد مل سکتی ہے۔ کپاس کی کاشت کے بعد اس کے متبادل خوراکی پودوں کی تلفی جاری رکھی جائے۔ کپاس کی برداشت کے بعد متاثرہ کھیت کی چھڑیاں ایندھن کے لیے ہرگز نہ رکھیں بلکہ روٹاویٹر چلا کر زمین میں ملا دیں۔ اس کیڑے کے لیے اہم موافق فصلوں مثلاً بھنڈی، بینگن، تل، سورج مکھی اور ٹماٹر وغیرہ پر کڑی نظر رکھی جائے اور ملی بگ کے حملہ کی صورت میں متاثرہ فصل پر ہی تلف کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ نمائشی پودوں کی نرسریاں اس کی مخصوص آماجگاہ ہیں۔ ان کو صاف رکھیں اور متاثرہ پودوں کو احتیاط سے تلف کر دیں نیز متاثرہ پودوں کی خرید و فروخت سے گریز کیا جائے تاکہ اس کیڑے کی دوسرے علاقوں میں منتقلی کو روکا جا سکے۔ کپاس کی گدھڑی کو بہت سے شکاری کیڑے کھاتے ہیں جن میں کرائی سوپا (Chrysoperla) بہت سی بیٹلز (Beetles) اور مج (Midge) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امریکہ سے ایک بیٹل درآمد کی گئی ہے۔ اس کی افزائش لیبارٹریوں کی حد تک کامیابی سے جاری ہے۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب اسے کھیتوں میں کامیابی سے چھوڑ دیا جائے گا۔ جب کسی فصل یا پودے پر ملی بگ کا حملہ اس سطح پر پہنچ جائے کہ زہر پاشی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو صرف سفارش کردہ زہریں اس طرح سپرے کی جائیں کہ پودے کا کوئی بھی حصہ زہر پاشی سے بچنے نہ پائے اور زہر چوٹی سے زمین تک پودے پودے پر پہنچے۔ اس کیڑے کی آبادی کا بیشتر حصہ تنے اور ٹہنیوں کے ساتھ چپکا ہوتا ہے۔ اس لیے وہاں زہر کا پہنچنا یقینی بنایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ہینڈ سپریئر اور پاور سپریئر زیادہ مناسب ہیں۔ اس کے دوران زندگی کو منقطع کرنے کے لیے تین، چار دن بعد کسی دوسری مؤثر دوا سے سپرے کرنا نہایت ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

ارشادِ قائد

حکومت کا پہلا فرض امن و امان قائم رکھنا ہے تاکہ مملکت کی جانب سے عوام کو ان کی زندگی، جائیداد اور مذہبی اعتقادات کے تحفظ کی پوری پوری ضمانت حاصل ہو۔

(دستور ساز اسمبلی سے خطاب ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء)

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطابات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطابات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائداعظم محمد علی جناحؒ خطابات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	425/=	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناحؒ (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوال قائدؒ (مجلد/ پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناح اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	محمد علی جناحؒ بانی پاکستان تصویری البم (مجلد)	انگریزی	400/=	$-17
9	مادرِ ملت سرمایۂ ملت از شریف فاروق	اردو	250/=	$-10
10	مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح تصویری البم	انگریزی	250/=	$-10
11	پاکستان ۔ فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از محمد امین ۔ ڈنکن ویلٹس ۔ گراہم ہینکاک)	انگریزی	650/=	$-20
12	پاکستان ۔ چینی مصوروں کی نظر میں (ین ینگ اینڈ ژوہوا)	فرانسیسی، چینی، انگریزی عربی	500/=	$-20
13	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
14	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 1997ء (مجلد)	انگریزی	300/=	$-16
15	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (مجلد)	انگریزی	450/=	$-17
16	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/=	$-15
17	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
18	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
19	وحدتِ افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
20	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
21	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	100/= فی شمارہ 500/= سالانہ	100-$ سالانہ
22	اُلس	بلوچی	25/= فی شمارہ 150/= سالانہ	20-$ سالانہ
23	اباسین	پشتو	25/= فی شمارہ 200/= سالانہ	20-$ سالانہ
24	ماہِ نو (ماہنامہ)	اردو	30/= فی شمارہ 300/= سالانہ	50-$ سالانہ
	ماہِ نو احمد فراز نمبر		350/=	$-10
25	پاک جمہوریت (ماہنامہ)	اردو	10/= فی شمارہ 100/= سالانہ	15-$ سالانہ

رابطہ برائے خریداری

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ اسلام آباد۔ پاکستان: فون 051-9252182 فیکس 051-9252176

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	علامہ اقبال (اردو،انگریزی) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30منٹ
2	آرکیٹکچر ان پاکستان (انگریزی) 35MM/VHS	20منٹ
3	آرٹ ان پاکستان (انگریزی) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30منٹ
4	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30منٹ
5	چلڈرن آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS/U.Matic	20منٹ
6	گرین ٹرٹل ان پاکستان (اردو،انگریزی) 35MM/VHS/U.Matic	10منٹ
7	مائنارٹیز ان پاکستان (انگلش،اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20منٹ
8	میرج کسٹمز (انگریزی) 35MM/VHS	20منٹ
9	مرزا غالب (اردو) 35MM/VHS	80منٹ
10	پاکستان، پاسٹ اینڈ پریزنٹ (انگریزی) 35MM/VHS	30منٹ
11	پاکستان۔اے پورٹریٹ (انگریزی) VHS/U.MATIC.35MM	30منٹ
12	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/35MM	70منٹ
13	قائداعظمؒ (اردو) رنگین 35MM/VHS	30منٹ
14	سوہنی دھرتی۔پاکستان (انگریزی) 35MM/VHS/U.Matic	30منٹ
15	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	20منٹ

DFP's Digital Studio

رابطہ برائے خریداری

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز، پی ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔پاکستان: فون 051-9252182 فیکس 051-9252176

وزیرِاعظم پاکستان سیّد یوسف رضا گیلانی کے ہمراہ میڈیا کے لوگوں کا گورنر ہاؤس کراچی میں گروپ فوٹو

مظہر برلاس اپنی کتاب شہید مشرق وزیر اعظم پاکستان سیّد یوسف رضا گیلانی کو پیش کر رہے ہیں

وزیر اعظم پاکستان سیّد یوسف رضا گیلانی پشاور میں فروغِ تعلیم سیمنار سے خطاب کر رہے ہیں

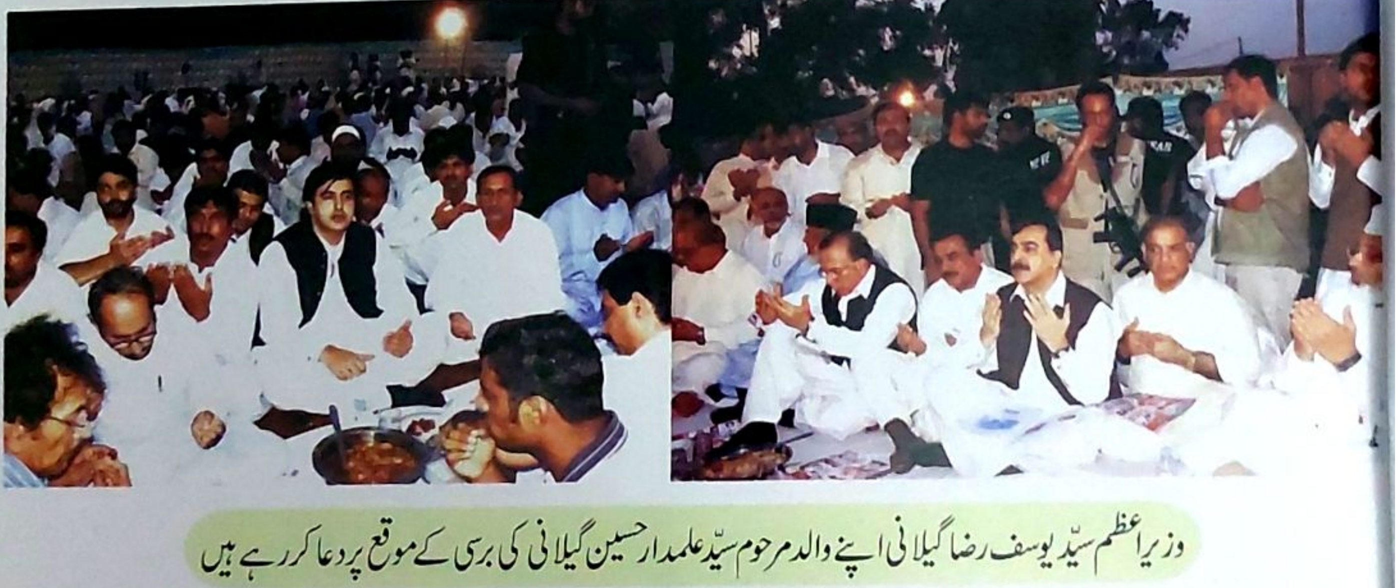

وزیر اعظم سیّد یوسف رضا گیلانی اپنے والد مرحوم سیّد علمدار حسین گیلانی کی برسی کے موقع پر دعا کر رہے ہیں

Monthly
Pak Jamhuriat
Lahore
September 2009
Regd. LRL No.82

صدر آصف علی زرداری سے ڈاکٹر فہمیدہ مرزا سپیکر قومی اسمبلی ملاقات کر رہی ہیں

صدر مملکت آصف علی زرداری اور وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی ملکی مسائل پر تبادلہ خیالات کر رہے ہیں

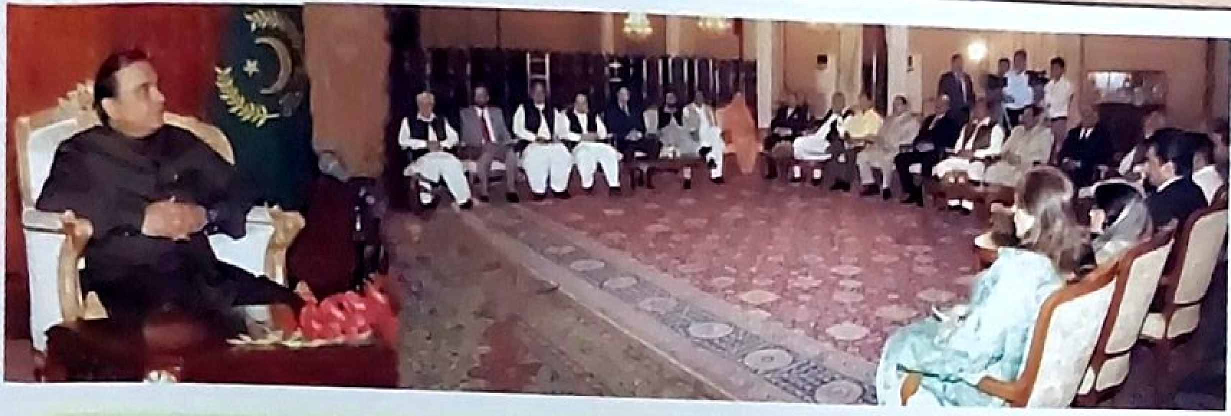

صدرِ مملکت آصف علی زرداری آزاد جموں کشمیر کی مجلس قانون ساز کے اراکین سے ایوانِ صدر میں خطاب کررہے ہیں

صدرِ پاکستان آصف علی زرداری ایوان صدر میں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کی ایک بریفنگ کی صدارت کررہے ہیں